رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء — عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا

تار کا پتہ الفضل قادیان

خطبہ نمبر

روزنامہ
الفضل قادیان

ایڈیٹر: غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت ایک آنہ

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

جلد ۲۴ | ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ | یوم یکشنبہ | مطابق ۹ اگست ۱۹۳۶ء | نمبر ۳۵

مدینۃ المسیح

قادیان ۷ اگست آج بارہ بجے کی ٹرین سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کی صحت اچھی ہے ؛

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

مولوی ظہور حسین صاحب مبلغ کے ہاں ۷ر اگست کو اور ماسٹر علی محمد صاحب سرور بی اے بی ٹی کے ہاں ۵ر اگست کو لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے ؛

آج بعد نماز مغرب ابو العطاء مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل نے مجلس ارشاد کے جلسہ میں عربی زبان میں "ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام" کے موضوع پر تقریر کی ؛

بعد نماز جمعہ ریتی چھلہ کی مسجد کے عقب میں مختصر سی بغ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فطرت انسانی کو معطر رکھنے کیلئے نفحات رحمانیہ کی ضرورت

"انسانی فطرت ایک ایسے درخت کی طرح واقعہ ہے۔ جس کے ایک حصہ کی شاخیں نجاست اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں۔ اور دوسرے حصہ کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑی ہیں۔ جو کیوڑہ اور گلاب اور دوسری لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے۔ اور ہر ایک حصہ کی طرف سے جب کوئی ہوا چلتی ہے۔ تو بدبو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو۔ پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح نفسانی جذبات کی ہوا بدبو ظاہر کرتی ہے۔ اور رحمانی نفحات کی ہوا پوشیدہ خوشبو کو پیرایۂ ظہور و بروز پہناتی ہے۔ پس اگر رحمانی ہوا کے چلنے میں جو آسمان سے اترتی ہے۔ روک ہو جائے۔ تو انسان نفسانی جذبات کی تند و تیز ہواؤں کے ہر طرف سے طمانچے کھا کر ادھار کی بدبوؤں کے نیچے دب کر ایسا خدا تعالیٰ سے منہ پھیر لیتا ہے۔ کہ شیطان مجسم بن جاتا ہے اور اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے اور کوئی نیکی اس کے اندر نہیں رہتی اور کفر اور معصیت اور فسق و فجور اور تمام رذائل کے زہروں سے آخر ہلاک ہو جاتا ہے اور زندگی اسکی جہنمی ہوتی ہے اور آخر مرنے کے بعد جہنم میں گرتا ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نفحات الٰہیہ اسکے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں۔ اور اس کی رُوح کو اپنی خاص تربیت سے دمبدم نورانیت اور تازگی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقت بالائے قوت پا کر اس قدر اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اوپر گزر جاتا ہے

صاحبزادہ حضرت میرزا شریف احمد صاحب

پنجاب اسمبلی کی ممبری کے لئے کھڑے ہونگے

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ پنجاب اسمبلی کے انتخاب میں صاحبزادہ حضرت میرزا شریف احمد صاحب تحصیل بٹالہ کے دیہاتی حلقہ کی طرف سے بطور امیدوار کھڑے ہوں گے۔ تمام احباب کو جن کا اس حلقہ میں اثر ہو۔ اپنے اثر اور رسوخ کو صاحبزادہ صاحب موصوف کی کامیابی کے لئے استعمال کرنا چاہیئے ؎ (ناظر امور خارجہ قادیان)

ایک بنگالی نوجوان کی قابلِ تعریف ہمت

کلکتہ سے قادیان تک پیدل سفر کیا

ایک بنگالی نوجوان مسمی احسان اللہ صاحب شیکدار جنکو رنگون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ پہونچی۔ وہ رنگون سے بذریعہ جہاز کلکتہ پہونچے۔ اور کلکتہ سے (بوجہ غلطی کے) پا پیادہ قادیان روانہ ہوئے۔ اور یہ ۱۲۵۵ میل کا سفر ایک ماہ ۲۲ دن میں طے کر کے بفضل خدا ۴ اگست کو وارد قادیان ہوئے۔ آپ ابھی تک سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے۔ یہ پہلے بنگالی نوجوان ہیں۔ جنہوں نے کلکتہ سے پیدل قادیان تک کا سفر کیا۔ راستے میں انہیں بہت سی تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مگر ان تکالیف کی کوئی پرواہ کرتے ہوئے دربیح پر حاضر ہوئے ؎ سید اعجاز احمد مولوی فاضل پریذیڈنٹ بنگالی ایسوسی ایشن قادیان

اخبارِ احمدیہ

شکرِ الٰہی احباب کو معلوم ہے۔ کہ گذشتہ سال میرے ہاں لڑکا تولد ہوا تھا۔ جو بعد میں فوت ہو گیا۔ اگر خدا نے چاہا تو مجھے امید ہے۔ آئندہ مجھے صاحب عمر اولاد عطا کرے گا۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالے کا مجھ پر یہ احسان اور فضل میرے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن سے وابستہ کر لینے اور حضور کی غلامی کا جُوا اپنی گردن پر اٹھا لینے کی وجہ سے ہے۔ اور اس سعادت پر میں اللہ تعالے کا جتنا بھی شکر بجالاؤں کم ہے۔ احباب دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح معنوں میں احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ خاکسار مرزا گل محمد قادیان۔

شکریہ احباب اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے مجھے ایک دیوانی مقدمہ میں کامیابی بخشی ہے۔ جس کے لئے میں متواتر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے و دیگر بزرگان سلسلہ و احباب سے دُعا کی درخواست کرتا رہا ہوں۔ میری یہ کامیابی محض اللہ تعالے کے فضل و کرم نیز حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے اور دیگر بزرگان سلسلہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں اس کامیابی پر تمام بزرگان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاکسار نذیر احمد انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز جالندھر شہر ؎

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ڈاکٹری رپورٹ

قادیان ۷ راگست۔ دھرمسالہ سے ۶ راگست ۳۶ء کا روانہ شدہ تار جو آج ۸ بجے صبح موصول ہؤا۔ اس میں جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رپورٹ دیتے ہیں۔ کہ آج (۶ راگست) علی الصباح جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے غسل خانہ کے دروازہ کی نچلی چٹخنی کھول رہے تھے۔ تو کسی چیز نے حضور کے دائیں ہاتھ کے اندر کے کنارہ پر چھوٹی انگلی کی جڑ سے قدرے اُوپر کاٹا۔ اس چیز کے فرش پر جست کرنے کی آواز سنائی دی۔ لیکن اندھیرے کی وجہ سے شناخت نہ کی جاسکی۔ کہ کیا تھی۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے نے گزیدہ حصہ کو جو سیاہ داغ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ انگوٹھے اور سبابہ سے جب دبایا۔ تو اس سے خون نمودار ہوا۔ اس شبہ سے کہ کہیں سانپ نہ ہو۔ کلائی پر فوراً ایگچر لگا یا گیا۔ اور گزیدہ جگہ کو تیز نشتر سے کاٹ کر نکالدیا گیا۔ اور اس میں پوٹاس پرمینگناس بھر دیا گیا۔ الحمد للہ کہ تا دم تحریر کوئی جسمانی علامات زہر وغیرہ کی قسم کی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی گزیدہ جگہ میں کوئی خاص علامات رونما ہوئی ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے آج ۷ راگست کو قادیان پہونچکر بوقت ۶ بجے شام مذکورہ بالا رپورٹ میں یہ اضافہ فرمایا۔ کہ

دھرمسالہ کی ٹیلیگرافک رپورٹ کے تسلسل میں اس قدر تحریر کیا جاتا ہے کہ کل حضور نے بوقت شام کسی قدر ہاتھ میں ورم اور درد کی شکایت کی۔ جو رات کے آرام کے بعد آج صبح (۷ راگست کو) رفع ہو گئی۔ اور حضور بموجب پروگرام چھ بجے صبح دھرمسالہ سے قادیان کو روانہ ہوئے۔ راستے میں سردرد کی شکایت رہی۔ ورنہ عام طبیعت اچھی رہی۔ اس وقت بھی طبیعت خدا تعالے کے فضل سے اچھی ہے

درخواست ہائے دعا

(۱) میرے والد محترم ملک نواب الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر ہائی سکول جاکی بدستور بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں خاکسار صلاح الدین خالد قادیان (۲) خاکسار کے برادر اکبر چند دن سے بعارضہ پیچش سخت علیل ہیں۔ احباب سے التجا ہے کہ ان کی شفا یابی کے لئے دُعا فرمائیں۔ خاکسار سید حمید الدین احمد جمشید پور (۳) میں اور میرا لڑکا غلام احمد بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار عزیز الدین بھادو گھر ضلع ٹپرہ بنگال (۴) عاجز ایک لمبے عرصہ سے بیکار ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار عبد الوحید خان کلکتہ (۵) گلگت میں حاجی عبد الغنی صاحب کا فرزند محمد یوسف بعارضہ خسرہ بیمار تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو دعا کے لئے تار دی گئی۔ ڈاکٹری علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بیماری نے ڈبل نمونیہ کی صورت اختیار کر لی۔ ۲۔۳ دن کی مایوس کن حالات کی موجودگی میں حضور کی دعاؤں کے طفیل عزیز مذکور رو بصحت ہوا گو ابھی کمزور ہے۔ احباب کامل صحت کے لئے دُعا کریں۔ خاکسار عبد الغفار راولپنڈی (۶) خاکسار کے والد شیخ غلام رسول صاحب عرصہ ڈیڑھ ماہ سے بعارضہ درد گردہ و دیگر کئی عوارض بیمار ہیں۔ اور اس تمام وسیع علاقہ میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابیوں میں سے ہیں۔ احباب ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار غلام محمد خاں سیکرٹری جماعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ

خطبہ جمعہ

ہم کس حد تک دُنیاوی عزّت کے طالب ہو سکتے ہیں

قربانیاں اور مصائب وُہ کھڑکیاں ہیں۔ جن میں سے ہم اپنے محبوب کو جھانک سکتے ہیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۳۱ - جولائی ۱۹۳۶ء - بمقام دھرم سالہ

(مرتبہ مولوی عطاء الرحمٰن صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
اس زمانہ میں ہماری جماعت کے خلاف طرح طرح کے

منصوبے اور شرارتیں

کی جاتی ہیں۔ اور دُشمن ہم کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے کے درپے ہیں اس موقعہ پر ہماری جماعت کو سورۃ فاتحہ کے مضامین پر غور کرنا چاہیئے۔ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے۔ کہ مومن عزت کا طالب ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی بُری بات نہیں۔ اور وُہ ذلت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بھی کوئی بُری بات نہیں۔ اگر یہ باتیں یعنی طلب عزت اور ذلت سے احتراز کی کوشش بُری ہوتیں۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ خود ہم کو ان کی طرف سورۃ فاتحہ میں توجہ دلاتا۔ اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ بندہ کچھ تو خدا تعالےٰ سے انعام مانگتا ہے اور کچھ باتیں ایسی ہیں۔ جن سے محفوظ رہنے کی التجا کرتا ہے۔ پس اگر

عزت کی طلب اور ذلت سے بچنے کی سعی

بُری بات ہوتی۔ تو ہم کو خدا تعالےٰ ہرگز ایسی دُعا نہ سکھلاتا۔ جس میں یہ دونوں باتیں ہوں لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے ہم کو ایسی دُعا سکھلائی ہے۔ اور وُہ دُعا ہر نماز میں کرنے کا حکم ہے۔ یعنی یہ کہ اپنے لئے عزت مانگو۔ اور ذلت سے بچنے کی خواہش کرو۔ اور یہ تقاضا

ایک طبعی تقاضا

ہی نہیں۔ بلکہ مذہبی اور روحانی تقاضا ہے۔ اور اس حد تک بندہ مجرم نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے منشاء کو پورا کرنے والا۔ اور اس کی رضا کا طالب قرار پائے گا۔

پس ان

خطرات کے ایام میں

اگر ہماری جماعت کے دوست عزت کے طالب اور ذلت سے محفوظ رہنے کے خواہشمند ہوں۔ تو یہ کوئی بُری بات نہیں۔ اس حد تک کہ وُہ عزت کے طالب ہوں اور ذلت سے بچنے کی سعی کریں۔ خدا تعالےٰ بھی ان کی خواہش کو جائز قرار دے گا۔ اور اس کا رسُول بھی۔ مگر یہاں

ایک اختلاف

پیدا ہو سکتا ہے۔ جو نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں۔ اور وُہ اس بات کے سمجھنے میں ہے۔ کہ عزت کیا چیز ہے۔ اور ذلت کیا ہے؟ اور کس رنگ میں مومن عزت کا طالب اور ذلت سے بچنے کا خواہشمند ہو تو اس کا یہ کام قابل اعتراض نہیں۔ اور وُہ کونسی صورت ہے۔ کہ جب اس کا طالبِ عزت ہونا اور ذلت سے بچنے میں کوشاں ہونا قابل اعتراض ہو جاتا ہے خدا تعالےٰ نے جہاں مومن کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ وُہ عزت کی طالب ہو اور ذلت سے بچنے کا خواہشمند ہو۔ وہاں خود ہی

عزّت اور ذلّت کی وضاحت

بھی فرما دی ہے۔ پس خدا تعالےٰ کی بیان کردہ عزت کی طلب تو بہتر۔ اور منشائے الٰہی کو پورا کرنے والی ہوگی لیکن اگر ہم عزت کا مفہوم بدل دیں۔ اور اپنی طرف سے کوئی عزت ٹھہرالیں۔ اور پھر اس کے طالب ہوں۔ تو ہم مجرم ہونگے۔
اللہ تعالےٰ نے سُورہ فاتحہ میں

عزت کا مفہوم

یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ یعنی ہم کو ان لوگوں کا سیدھا راستہ دکھا جن پر تیرا انعام ہُوا وُہ منعم علیہم لوگ کون تھے اس بارہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (سورۃ نساء ع ۹)
پس جو بندہ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین والا انعام پانے کی جستجو کرتا اور نیکیوں اور تقوےٰ کا طالب بنتا ہے۔ وُہ ہرگز جاہ کا بھوکا اور دین پر دُنیا کو مقدم کرنے والا نہ سمجھا جائیگا بلکہ قرآن مجید کی رُو سے وُہ بندہ

مرضی الٰہی کو پورا کرنے والا

اور منشائے الٰہی پر عمل کرنے والا سمجھا جائیگا۔ کیونکہ وُہ ان انعامات کو طلب کر رہا ہے۔ جو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کو ملے اور ان انعامات کی طلب جو ان لوگوں کو ملے عین منشائے الٰہی بلکہ حکمِ الٰہی کے مطابق ہے

میں اس وقت اس بحث میں نہیں جاؤنگا۔ کہ نبوت۔ صدیقیت۔ شہادت صالحیت کی تشریحات کیا ہیں؟ ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ

ہم کس حد تک عزت کے طالب ہوسکتے ہیں؟

اس وقت میں یہ حصہ لیتا ہوں۔ کہ انبیاءؑ کو جو انعامات ملے۔ وہ دنیاوی لحاظ سے ان کو کیا پوزیشن دیتے ہیں۔ اور صدیقین کو جو انعامات ملے۔ وہ ان کو دنیاوی لحاظ سے کیا پوزیشن دیتے ہیں۔ اور شہدا اور صالحین کو جو انعامات ملے وہ ان کو دنیاوی لحاظ سے کیا پوزیشن دیتے ہیں۔

پہلے انبیاء کو لو۔ اور دیکھو کہ

نبوت کا انعام

کس حد تک ان کو دُنیاوی مراتب عطا کرتا ہے۔ اس حد تک ہمارے لئے بھی جائز ہوگا۔ کہ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہم کو یہ مراتب بخشے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھو۔ جس حد تک ان کے دُنیا سے تعلقات تھے۔ اس حد تک جاہ کی طلب ہمارے لئے جائز ہے۔ اور جس جگہ پر جاکر وہ ٹھہر گئے ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھنا ہمارے لئے جائز نہ ہوگا

ان

انبیاء میں سے بعض بادشاہ بھی تھے

مثلاً حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ایک حد تک تنفیذ امر کا مقام حاصل تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسی حکومت حاصل نہ سہی لیکن کم از کم اپنے قبیلہ میں وہ ضرور حکومت کرتے تھے۔ غرض بادشاہت کا ثبوت بعض انبیاء میں ضرور ملتا ہے۔ اور یہ بات تاریخ سے بھی ثابت ہے۔ اس کے حصول اور قیام کے لئے کس حد تک انہوں نے دین کو ترجیح کیا ہے اس کی مثال ہمارے سامنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں موجود ہے۔ حضور آخری عمر میں ایک بادشاہ تھے۔ اس میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس بادشاہت سے حضور نے

دنیاوی فوائد کیا حاصل کئے

ہیں۔ مثلاً بیوی بچوں کی آسائش دوستوں کی آسائش اور رشتہ داروں کی آسائش اس بادشاہت سے حضور نے کہاں تک حاصل کی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور نے اس بادشاہت سے دنیاوی فائدہ کوئی بھی حاصل نہیں کیا۔ بلکہ حضورؐ نے اپنی تمام تر زندگی میں لوگوں کے لئے قربانی ہی پیش کی۔ حضور نے ممالک مفتوحہ اور جائدادوں کو اپنا ہرگز قرار نہیں دیا حضور کی وفات کے بعد سنی شیعہ کا جو اختلاف پیدا ہوا۔ اس عظیم الشان

اختلاف کی بنیاد

ہی اس بات پر ہے۔ کہ حضور نے جائداد اور ممالک مفتوحہ کو اپنی ذاتی چیز اور ملکیت قرار نہیں دیا۔ اور یہ جائز نہیں ٹھہرایا۔ کہ یہ اشیاء حضور کے خاندان کی طرف بطور ورثہ کے منتقل ہوسکیں۔ پس حکومت سے حضور نے اپنی ذات کے لئے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ حضور کی اولاد کے بارہ میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضور نے ان کے لئے کوئی چیز بھی دنیا میں نہیں چھوڑی۔ حتے کہ حضور کی وفات کے وقت حضور کی بہت سی اشیاء گرو رکھی ہوئی ثابت ہوئیں۔ انسان کو اپنی زندگی میں بعض اوقات ایسی ضروریات پیش آجاتی ہیں۔ کہ اسے اپنی مملوکہ اشیاء گرو رکھنی پڑتی ہیں۔ اسی طرح حضور پر بھی

تنگی اور فراخی کے زمانے

آتے رہتے تھے۔

خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں آتا ہے۔ کہ ایک جنگ میں جب بہت سا مال آیا۔ تو حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ سے درخواست کی۔ کہ اس مال میں سے ایک لونڈی مجھے عنایت فرمائی جائے۔ جو میرا کام کاج کرے۔ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ کہ یہ مال میرا تو نہیں ہے۔ یہ تو خدا تعالےٰ کا ہے۔ میں تمکو اس مال میں سے کچھ نہیں دے سکتا۔ تم خدا تعالےٰ کا ذکر کیا کرو۔ اور لونڈی کا خیال ترک کردو۔

پھر حضور کے دوستوں کو لو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دوست ایسے لوگ تھے جنہوں نے حضور کی بہت خدمات کیں لیکن حضورؐ نے ان سے کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جس میں دوسرے لوگوں پر انکو ترجیح دیگئی ہو۔ حضرت عباسؓ حضور کے چچا بھی تھے اور دوست بھی۔ کیونکہ عمر میں برابر کے تھے۔ ان کے تعلقات حضورؐ سے اس قدر اچھے تھے کہ جب کچھ لوگ مدینہ منورہ کے مسلمانوں میں سے حج کرنے آئے۔ اور انہوں نے چاہا۔ کہ حضور کو اپنے ساتھ مدینہ لے چلیں۔ تاکہ حضور مکہ کی تکالیف سے محفوظ ہو جائیں۔ اس وقت حضور نے انکی ملاقات کیلئے صرف حضرت عباسؓ کو اپنے ساتھ لیا۔ اور معاہدہ بھی ان کے منشاء کے مطابق کیا۔ یہی

حضرت عباسؓ

جب بدر کی جنگ میں مسلمان ہونے سے پہلے قید ہوئے۔ تو حضورؐ نے انکے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا۔ جس طرح باقی قیدیوں کو رسیوں میں جکڑا گیا۔ اسی طرح انکو جکڑا گیا۔ اور بوجہ رفاہیت کی زندگی کی عادت کے انکو دوسرے قیدیوں سے زیادہ تکلیف پہونچی۔ اور وہ شدت درد سے کراہتے رہے چنانچہ بعض صحابہؓ نے رات کے وقت حضور علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ آپ بار بار کروٹیں بدل رہے ہیں۔ اور آپکو بے چینی کی تکلیف معلوم دیتی ہے۔ اس پر بعض صحابہ نے عرض کی۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ حضور کو نیند نہیں آرہی اور کچھ بے چینی سی ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں میں بےچین ہوں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ شاید عباسؓ کی رسیاں زیادہ سخت باندھی گئی ہیں کیونکہ وہ کراہ رہے ہیں۔ انکی تکلیف کو دیکھ کر مجھے بے چینی محسوس ہو رہی ہے۔ اور میں سو نہیں سکتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ یہ تو معمولی بات ہے۔ ہم ابھی وقت حضرت عباسؓ کی رسیاں ڈھیلی کر دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ یا تو سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دی جائیں۔ ورنہ عباسؓ کی رسیاں بھی اسی طرح رہنے دیجائیں۔ چنانچہ حضرت عباس اور باقی تمام قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دی گئیں اور حضرت عباس کو آرام ملگیا۔ تب حضور آرام کی نیند سوئے۔ پس بادشاہت سے حضور نے یا حضور کے دوستوں اور رشتہ داروں نے قطعاً کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ بادشاہت تو خدا تعالےٰ کیلئے تھی۔ اور اس بادشاہت میں آپکو ویسی ہی انفرادی عزت حاصل تھی جیسی اور لوگوں کو تھی۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

ذاتی عزت اور حکومت کی عزت میں فرق

ہوتا ہے۔ بعض لوگ حکومت اور انفرادی عزت میں فرق نہیں کر سکتے۔ اس لئے حقیقت کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ حکومت کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من عصیٰ امیری فقد عصانی ومن اطاع امیری فقد اطاعنی۔ کہ جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی۔ اس نے گویا میری نافرمانی کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے گویا میری اطاعت کی۔ گویا نظام کے ماتحت جو حکومت آپ کو حاصل تھی۔ اس میں نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے مقرر کردہ امیروں کے لئے بھی آپ کلی اطاعت کے طالب ہیں۔ لیکن جہاں ذات کا سوال آتا ہے۔ وہاں اپنے یا اپنے عزیزوں کے لئے کوئی زائد فائدہ طلب نہیں فرماتے۔ پس حاکمانہ مرتبہ اور چیز ہے اور انفرادی عزت اور چیز ہے۔ بھلا اس اطاعت سے حضور کو کیا جسمانی فائدہ ہوسکتا تھا۔ ہاں اس سے

خدا تعالےٰ کی حکومت

ضرور قائم ہوتی تھی۔ لوگ ایسی حکومت کو ذاتی عزت خیال کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ذاتی عزت اور ذاتی فائدہ تو یہ ہے۔ کہ کوئی شخص حکومت کو اپنے آرام و آسائش میں استعمال کرے۔ مثلاً جاگیریں حاصل کرے یا مال جمع کرے وغیرہ۔ لیکن حضور نے اس حکومت سے ایسا فائدہ ہرگز حاصل نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو حج۔ زکوٰۃ اور قربانیوں کے لئے لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ پس وہ بڑائی جو نظام کے لئے ہو۔ وہ ذاتی بڑائی نہیں۔ بلکہ ایسی بڑائی تو خدا تعالےٰ کی حکومت قائم کرنے کے لئے ضروری ہے پس جب یہ ارشاد ہوا۔ کہ تم لوگ

نبیوں والے انعام

مانگو۔ تو اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ ہم کو ایسی حکومت ملے۔ جس میں ہماری ذات۔ اولاد۔ دوستوں اور رشتہ داروں کو

دنیاوی فوائد

حاصل ہوں۔ بلکہ اس انعام سے مراد وہ قربانیاں اور تکالیف ہوئیں۔

جو انبیاء کو اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچانے میں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور یہی وہ انعام ہے جس کے مانگنے کے لئے اللہ تعالےٰ ہم کو حکم فرماتا ہے۔

نبیوں کے بعد صدیقوں کا مقام

ہے۔ صدیقوں میں سے حضرت ابوبکرؓ کی ذات ہمارے سامنے ہے۔ ہم آپ کی ذات کا مشاہدہ کرکے معلوم کرتے ہیں۔ کہ کیا صدیقیت کے مقام میں کسی قسم کی ذاتی بڑائی مدنظر ہوتی ہے حضرت ابوبکرؓ صدیق کا اعلیٰ مقام خلافت تھا۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کیا اس صدیق نے اس مقام کو ذاتی بڑائی کا ذریعہ بنایا اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مابعد کا ایک واقعہ

لیتا ہوں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سوائے چند علاقوں کے تمام عرب میں بغاوت پھیل گئی۔ اور اس موقعہ پر حضرت عمرؓ جیسے صحابی بھی خوفزدہ ہو گئے۔ اور انہوں نے اور دوسرے صحابہ نے یہ مشورہ کیا کہ ان باغیوں سے رعایت کی جائے اور زکوٰۃ کے لینے میں ان سے نرمی اختیار کی جائے دوسرے یہ کہ وہ لشکر جو اسامہؓ کے ماتحت حضورؐ نے عیسائیوں سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا اس کو روک لیا جائے اور اس لشکر سے موجودہ بغاوت کے دبانے میں مدد لی جائے۔ یہ مشورہ کرکے حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے جاکر یہ دونوں باتیں کہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ کہ ایک مشورہ آپ کا یہ ہے کہ جیشِ اسامہ کو روک لوں۔ میرا جواب اس بارہ میں یہ ہے۔ کہ کیا ابن ابی قحافہ کی یہ طاقت ہے کہ وہ اس لشکر کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا روک لے۔ یہ لشکر ضرور جائے گا۔ خواہ کفار کا لشکر مدینہ میں نہ گھس آئے۔ اور خواہ مدینہ کی عورتوں کی لاشیں گلیوں میں نہ پھینک دی جائیں باقی رہا زکوٰۃ کے مطالبہ میں نرمی اختیار کرنا تو زکوٰۃ تو خدا تعالےٰ کا حکم ہے اگر لوگ اونٹ کی وہ رسی تک جس سے اونٹ

کا گھٹنہ باندھتے ہیں۔ جو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے اب دینے سے انکار کرینگے۔ تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ یہ بات بتاتی ہے کہ وہ

ہر عزت خدا اور اس کے رسول

کے لئے سمجھتے تھے۔ اپنے لئے انہیں کسی امر کی خواہش نہ تھی۔ ان کی زندگی میں ایک اور مثال بھی نظر آتی ہے حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی خلافت کے لائق تھے۔ اور لوگوں نے کہا بھی کہ ان کی طبیعت حضرت عمرؓ سے نرم ہے۔ اور لیاقت بھی ان سے کم نہیں۔ ان کو آپ کے بعد خلیفہ بننا چاہیئے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ کو ہی منتخب کیا۔ باوجودیکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طبائع میں اختلاف تھا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے

خلافت سے ذاتی فائدہ

کوئی حاصل نہیں کیا۔ بلکہ آپ خدمت خلق میں ہی بڑائی خیال کیا کرتے تھے۔ صوفیاء کی ایک روایت ہے واللہ اعلم کہاں تک درست ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے غلام سے پوچھا کہ وہ کون کون سے نیک کام تھے۔ جو تیرا آقا کیا کرتا تھا۔ تاکہ میں بھی وہ کام کیا کروں منجملہ اور نیک کاموں کے اس غلام نے ایک کام یہ بتلایا۔ کہ روزانہ حضرت ابوبکرؓ روٹی لے کر فلاں طرف جایا کرتے تھے۔ اور مجھے ایک جگہ کھڑا کرکے آگے چلے جاتے تھے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس مقصد کے لئے ادھر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اس غلام کے ہمراہ اس طرف کو کھانا لے کر چلے گئے۔ جس کا ذکر غلام نے کیا تھا۔ آگے جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ

ایک غار میں ایک اپاہج اندھا

جس کے ہاتھ پاؤں نہ تھے بیٹھا ہوا ہے حضرت عمرؓ نے اس اپاہج کے مونہہ میں ایک لقمہ ڈالا تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا۔ کہ اللہ تعالےٰ ابوبکر پر رحم فرمائے۔ وہ بھی کیا نیک آدمی تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بابا تجھے کس طرح پتہ چلا کہ ابوبکرؓ فوت ہوگئے ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے مونہہ میں دانت نہیں ہیں۔ اس لئے ابوبکرؓ میرے مونہہ میں لقمہ چبا کر ڈالا کرتے تھے۔ آج جو

میرے مونہہ میں سخت لقمہ آیا۔ تو میں نے خیال کیا۔ کہ یہ لقمہ کھلانے والا ابوبکرؓ نہیں ہے بلکہ کوئی اور شخص ہے اور ابوبکرؓ تو ناغہ بھی کبھی نہ کیا کرتے تھے۔ اب جو ناغہ ہوا تو یقیناً وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ پس وہ کونسی شے ہے جو بادشاہت سے حضرت ابوبکرؓ نے حاصل کی۔ کیا سرکاری مال کو اپنا قرار دیا۔ اور حکومت کی جائداد کو اپنا قرار دیا۔ ہرگز نہیں جو اشیاء ان کے رشتہ داروں کو ملیں وہ ان کی ذاتی جائداد سے تھیں ؛

اب شہداء کو لو شہید وہ ہے جو

خدا تعالےٰ کی راہ میں

اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ پس جب خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ شہیدوں والا انعام مانگو تو یقیناً اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ ہم کو یہ حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ تم خدا تعالےٰ سے یہ دُعا مانگو۔ کہ اے خدا ہم تیرے راستہ میں مارے جائیں۔ اور غور کرو کہ بھلا مارے جانے والے کو دنیاوی فائدہ کیا پہونچ سکتا ہے

موت اور دنیاوی فائدہ

کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ شہیدوں والا انعام لینے کے لئے بھی انسان کو اپنے پاس سے کچھ دینا ہی پڑتا ہے۔ یعنی اپنی جان دینی پڑتی ہے۔ تب رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے آگے فرمایا۔ والصالحین صالح کے معنے نیک کے ہیں۔ تو یہ صالحین والا انعام نیکی کی توفیق کا مل جانا ہوا۔ قرآن مجید نے نیک کام یہ نہیں بتلائے کہ ہم کو

دنیا کے لوگوں کی نظروں میں عزت

مل جائے۔ لوگ ہم کو گالیاں نہ دیں۔ لوگ ہماری بات سنیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ تو نیک ان لوگوں کو قرار دیتا ہے۔ جو ہما

رے شائع کردہ ہم بینفقون پر عمل کرنیوالے خدمت خلق کرنیوالے نماز روزہ۔ زکوٰۃ کے پابند اور غرباء و مساکین کی مدد کرنے والے ہوں۔

پس یہی وہ دُعا ہے جو ہم سے منگوائی گئی ہے۔ اور یہی انعام ہے جس کے مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ یعنے یہ کہ ہم کو ان نیکیوں کے کرنے کی توفیق مل جائے۔ جو انبیاء صدیقین اور صالحین کرتے رہے

انبیاء خدا تعالےٰ کا پیغام پہونچانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں

پس جو

انبیاء کے انعامات کا طالب

ہے یقیناً اس کو تکالیف اور مصائب برداشت کرنی پڑیں گی۔ اسی طرح صدیق اس کو کہتے ہیں جو نبی کے نقش قدم پر چلے اور نبی کی طرح خدا تعالےٰ کا پیغام لوگوں تک پہونچائے تو صدیقوں والے انعام کے طالبوں کو بھی

انبیاء کی طرح تکالیف

اٹھانی اور قربانیاں کرنی پڑیں گی شہید اس کو کہتے ہیں۔ جو خدا کی راہ میں اپنی جان دے ؛

پس وہ بھی کچھ دیتا ہی ہے لیتا نہیں۔ اسی طرح صالح وہ ہے جو احکام الٰہیہ پر عمل کرے۔ نہ یہ کہ جاگیردار ہو۔ یا کسی مجلس کا پریذیڈنٹ یا مالدار ہو۔ بلکہ قرآن مجید کے نزدیک نیک وہ ہے جو لوگوں کی خبر گیری کرے

ذاتی بڑائی کا اس کو خیال نہ ہو

اور خدمت خلق پر اس نے کمر باندھ رکھی ہو۔

ان تمام باتوں کے بعد انسان کو ملتا کیا ہے۔ فرمایا۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ یعنی یہ کہ خواہ نبوت کے ذریعہ سے جستجو کرو۔ خواہ صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کے ذریعہ سے ہر رنگ میں تمہاری جستجو عبودیت کے لئے ہونی چاہیئے۔ یعنی عبودیت کی چادر کا مل جانا ہی حقیقی انعام ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ

عبودیت کی چادر

کے مل جانے کے بعد انسان کو دنیاوی انعام بھی مل جاتے ہیں۔ مگر وہ ضمنی انعام ہیں۔ اصل نہیں۔ اصل تو صرف عبودیت کا حصول ہے۔ حکومت کا مل جانا یا عزت کا حاصل ہو جانا تو ضمنی اور غیر مقصود اشیاء ہیں یہاں تک تو یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہیئے۔ آگے یہ فرماتا ہے۔ کہ کن باتوں سے محفوظ رہنے کی انسان کو دعا اور خواہش کرنی چاہیئے۔ اور وہ کونسی ذلت ہے جس سے بچے رہنے کا خواہش مند ہونا ضروری ہے۔ فرمایا۔

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

یعنی ذلت اس کا نام نہیں۔ کہ لوگ ہم کو گالیاں نہ دیں۔ ہمارا بائیکاٹ نہ کریں ہمارا لین دین بند نہ کر دیں بلکہ حقیقی ذلت یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ بھول جائے۔ جس کا غیر المغضوب علیہم میں ذکر ہے۔ یا انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دے۔ جس کا ولا الضالین میں ذکر ہے۔ پس فرمایا کہ تم یہ دعا مانگو۔ کہ اے خدا تو ہم کو

اپنے دربار سے نہ نکال

اور ہم کو اس سے محفوظ رکھ کہ ہم تجھ کو چھوڑ کر کسی اور طرف کو چلدیں۔ پس اس ذلت سے بچنے کی اگر ہم دعا کریں۔ تو ہم پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب خود خدا تعالیٰ نے اس ذلت سے بچنے کا حکم فرمایا ہے تو پھر اعتراض کے کیا معنی؟

پس قرآن مجید کی بیان کردہ عزت اور ذلت تو یہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اگر ہم اس عزت اور ذلت کے خلاف کوئی اور عزت اور ذلت ٹھہرالیں۔ اور اس عزت کے طالب اور اس ذلت سے بچنے کی کوشش کریں۔ تو ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہونگے۔

مولوی برہان الدین صاحب

جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابہ میں سے تھے۔ اور مدرسہ احمدیہ مولوی برہان الدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کی یادگار کے طور پر بنا ہے۔ تاکہ اس مدرسے سے ایسے عالم پیدا کئے جائیں۔ جو ان کی کمی پوری کر سکیں۔ اور ان کے جانشین بن سکیں۔ اس سے ان کا احمدیت میں مقام معلوم ہو سکتا ہے ان کے متعلق میں ایک واقعہ سنا کر بتانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نیک بندے ذلت اور عزت کا کیا مفہوم لیتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سنہ ۲ یا سنہ ۳ میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تو غیر احمدیوں میں سے بعض نے

شورش کرنے کا ارادہ

کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا منشا تھا۔ کہ وہاں حضور کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس لئے اس نے یہ انتظام کر دیا کہ شہر کے ایک رئیس آغا باقر جو قادیان برائے علاج آ چکے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت رکھتے تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے انتظام کے لئے ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے اپنی خدمات انتظام کے لئے پیش کر دیں اور اپنے ساتھ مسٹر بیٹی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو لگائے جانے کی خواہش کی۔ اور ڈپٹی کمشنر نے اسے منظور کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر ایسا عمدہ انتظام کیا۔ کہ کسی قسم کی شورش نہ ہوئی لوگ پتھروں کو لے کر مکانوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ مگر ان دونوں نے کہہ دیا کہ اگر کسی نے شرارت کی تو ہم اسے اس قدر سزا دیں گے کہ وہ یاد رکھے گا۔ یہ سن کر سب دشمن ڈر گئے۔

مجھے یاد ہے۔ کہ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر نکلتے وہ ساتھ ہوتے اس سفر میں ایک لیکچر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا اور کچھ لوگوں نے اس میں شورش کرنی چاہی۔ اور بعض آنے والوں پر پتھر پھینکے۔ مسٹر بیٹی نے ان لوگوں کو ڈانٹ کر ہٹا دیا۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر ہو چکا تو آواز بلند کہا۔ کہ مجھے ان

مسلمانوں پر افسوس

آتا ہے۔ کہ غصہ تو ہم کو آنا چاہیئے تھا کہ انہوں نے اپنے لیکچر میں ہمارے خدا کو مردہ ثابت کیا ہے۔ اور ہمارے خلاف اور بہت سے باتیں کہی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے نبی کی بہت تعریف کی ہے اور وہ پھر بھی فساد کرتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیالکوٹ میں ہر شر سے محفوظ رکھا۔ اور اس سے دشمن اور بھی زیادہ غصہ میں بھر گئے۔ چنانچہ انہوں نے آخر تجویز کی کہ آپ کی واپسی پر

ٹرین پر پتھر برسائے جائیں

اور جو لوگ چھوڑنے جائیں واپسی کے وقت ان کو دکھ دیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس ہوئے تو آپ کی گاڑی پر پتھر برسائے گئے۔ اور جو لوگ وداع کے لئے گئے تھے۔ واپسی پر ان پر حملہ کیا گیا ان لوگوں میں مولوی برہان الدین صاحب مرحوم بھی شامل تھے۔ لوگ بری طرح ان کے پیچھے پڑ گئے۔ ستر یا بہتر سال ان کی عمر تھی۔ اور نہایت کمزور تھے۔ مگر

خندہ پیشانی سے مار کھائی

حتیٰ کہ ایک شخص نے گوبر اٹھایا اور ان کے منہ میں ڈال دیا۔ بعض دوستوں نے سنایا۔ کہ مولوی صاحب اس وقت بالکل غمگین نہ تھے۔ بلکہ بہت خوش تھے۔ اور بار بار کہتے تھے ایہہ نعمتاں کتھوں۔ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ یعنی یہ نعمتیں ہم کو پھر کب میسر آ سکتی ہیں۔ آگویا۔

مامور کی خدمت میں مار کھانیکے مواقع

روز روز حاصل نہیں ہوا کرتے۔ دیکھو جس چیز کو لوگ ذلت خیال کرتے ہیں اس کو مولوی صاحب نے عین عزت خیال کیا۔ اور یہی قرآنی منشاء ہے۔ قرآن مجید کے نزدیک ذلت یہ نہیں۔ کہ لوگ ہم کو گالیاں دیں۔ کیونکہ گالیاں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دی گئیں۔ حضورؐ پر اوجھڑی بھی پھینکی گئی تو کیا گالیاں دی جانے اور اوجھڑی پھینکے جانے سے حضورؐ کی ذلت ہوئی ہرگز نہیں۔ حضورؐ کا تو نام ہی محمدؐ ہے جس کے معنی "عزت دیا گیا" کے ہیں۔ پس جو واقعہ بھی حضورؐ سے گزرا۔ وہ یقیناً سراسر عزت ہے۔ اگر یہ بات نہیں۔ تو خدا تعالےٰ جھوٹا ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ ایک طرف تو خدا تعالےٰ حضور کو محمدؐ کہتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کو نعوذ باللہ من ذالک ذلیل ہونے دیتا ہے۔ پس اگر گالیوں کا ملنا ذلت ہوتا۔ تو یہ ہرگز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دی جا سکتیں۔ ہاں ایک فرق ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ کے لئے گالیاں کھانا عزت ہے۔ لیکن اپنی ذات کے لئے گالیاں کھانا کبھی ذلت کا موجب بھی ہو سکتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذاتی طور پر لوگ

صادق اور امین کے نام سے

یاد کیا کرتے تھے۔ لیکن جونہی حضورؐ نے اللہ تعالےٰ کا نام لیا۔ لوگوں نے حضورؐ کو کاذب کہنا شروع کر دیا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ قول نقل فرمایا ہے۔ کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ یعنی دعوئے نبوت سے قبل کیا کسی نے تم میں سے مجھے گالی دی۔ یا کوئی اعتراض کیا۔ ہاں جونہی میں نے خدا تعالےٰ کا نام لیا۔ تم نے مجھکو

گالیاں دینا

شروع کر دیں۔ تو یہ گالیاں وہ لوگ حضورؐ کو نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ درحقیقت خدا تعالےٰ کو دے رہے تھے۔ اور وہ اوجھڑی حضورؐ پر نہیں پھینکی گئی تھی۔ بلکہ دراصل خدا تعالےٰ پر پھینکی گئی تھی۔ اور جب حضورؐ کے گلے میں رسی ڈالی گئی تھی۔ تو محض محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے گلے میں نہیں۔ بلکہ اس محمد کے گلے میں ڈالی گئی تھی۔ جو

رسول اللہ ہونے کا مدعی

اور خدا تعالےٰ کا نام لینے والا تھا۔ پس یہ سلوک گویا حضور سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ سے تھا۔ میرے اس فقرہ پر تعجب نہ کرو۔ کیونکہ

انسان سے بعض سلوک خدا تعالےٰ سے سلوک قرار پاتے ہیں۔

مثلاً حدیث میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے دن بعض لوگوں کو مخاطب ہو کر اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ کہ میں بھوکا تھا۔ تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں ننگا تھا۔ تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ اس لئے تم جنت میں چلے جاؤ۔ وہ لوگ کہیں گے۔ تو کب ہمارے پاس بھوکا ہونے کی حالت میں آیا۔ کہ ہم نے تجھ کو کھانا دیا۔ یا کب ننگا ہونے کی حالت میں آیا۔ کہ تجھ کو کپڑا دیا تب خدا تعالےٰ ان کو فرمائیگا۔ کہ دنیا میں میرا فلاں بندہ بھوکا اور ننگا تھا تم نے اس کو کھانا۔ اور کپڑا دیا۔ تو گویا اسے نہیں۔ بلکہ مجھے ہی دیا۔ اسی طرح بعض لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمائے گا۔ کہ میں تمہارے پاس بھوکا۔ اور ننگا ہونے کی حالت میں آیا۔ مگر تم نے مجھے کھانا۔ اور کپڑا نہ دیا۔ اس لئے جہنم میں جاؤ۔ وہ لوگ کہیں گے۔ کہ اے خدا۔ تو کب ہمارے پاس اس حالت میں آیا۔ کہ ہم نے تجھ کو کھانا اور کپڑا نہ دیا۔ تب خدا تعالےٰ ان کو بھی یہی جواب دے گا کہ دنیا میں میرا فلاں بندہ بھوکا اور ننگا تھا۔ لیکن تم نے اس کو کھانے اور کپڑے کی مدد نہ دی۔ تو گویا یہ سلوک تم نے اس سے نہیں۔ بلکہ مجھ سے روا رکھا۔

پس ان تکالیف کا نام جو خدا تعالےٰ کے راستے میں ہم کو آتی ہیں۔ ذلت رکھنا سراسر جہالت ہے۔ اگر یہ جہالت ہے۔ اگر یہ تکالیف درحقیقت ذلت ہوتیں۔ تو ہم کو قرآن مجید میں یہ دعا سکھلائی جاتی۔ کہ اے خدا لوگ ہم کو گالیاں نہ دیں۔ ہمارا بائیکاٹ نہ کریں۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ اس موقعہ پر

سورۃ فاتحہ میں غور

کرے۔ کیونکہ ہر ایک وہ چیز جو خدا تعالےٰ کے لئے قربان کی جائے۔ وہ گئی نہیں بلکہ ملی ہے۔ اور وہ عزت ہے نہ کہ ذلت۔ اور وہ انعام ہے۔ کیونکہ جو چیز خدا تعالےٰ کے راستہ میں قربان کی جائے۔ سینکڑوں گنا ہو کر قیامت کے دن واپس مل جائے گی۔ اور جو لوگ دنیا کی نظروں میں ذلیل خیال کئے جاتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک معزز ہیں۔ اور

حقیقی عزت

وہی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے حضورؐ حاصل ہو دنیاوی عزتیں تو محض جھوٹ اور فریب ہیں سجدہ کو دیکھو۔ وہ بظاہر کیسی ذلت کی حالت ہے۔ لیکن اس کے بارہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ سجدہ میں چونکہ

زمین پر سر

رکھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ بظاہر ذلت کی صورت ہے۔ لیکن حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے نیچے کو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو بلند کرتا ہے اور جو شخص دنیاوی نقطۂ نگاہ سے بلند ہونا چاہتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کو بلندی سے نیچے کی طرف لے جاتا ہے۔ فرعون نے ہامان سے کہا تھا۔ کہ مجھے ایک محل بنا دو۔ جس پر چڑھ کر میں ذرا موسےٰ کے خدا کو تو دیکھوں اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ عجیب سلوک کیا۔ کہ اس کو

بحر قلزم میں اپنا وجود دکھایا

یعنی چونکہ وہ اوپر کو جانا چاہتا تھا۔ خدا تعالےٰ نے کہا۔ کہ تو اوپر کو کیا جاتا ہے میں تم کو نیچے ہی اپنا وجود دکھا دیتا ہوں پس فرعون جو اوپر کو جانا چاہتا تھا۔ اسے خدا تعالےٰ نیچے کی طرف لے گیا۔ لیکن مومن خدا تعالےٰ کے لئے نیچے کی طرف جانا چاہتا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ اونچا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روحانی عالم میں اللہ تعالےٰ کا سلوک بالکل الٹ ہوتا ہے۔ یہ گویا خواب کا سا معاملہ ہوتا ہے۔ جیسے خواب میں تعبیر بعض اوقات الٹ ہوتی ہے۔ جیسے

موت سے مراد عمر کے لمبا ہونے اور دین کی ترقی کے ہیں

اور ہنسنے سے مراد رنج اور رونے سے مراد خوشی کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جسمانی اور روحانی عالم بعض امور میں اُلٹ چلتے ہیں۔ پس جس قدر لوگ ہم کو گالیاں دینگے۔ اسی قدر ہم کو عزت ملے گی۔ اور جس قدر ہم کو دھتکار ینگے اسی قدر خدا تعالےٰ ہم کو اپنے قریب کریگا دُنیا دیکھ لے۔ کہ گالیوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا حرج ہوا۔ حضور کی جماعت پر ایک دن بھی ایسا نہیں آتا۔ جس میں اس کو ترقی حاصل نہ ہوئی ہو۔ اور دشمنوں پر ایک دن بھی ایسا نہیں آتا۔ جس میں ان میں کمی نہ آتی ہو۔ تو ہمارا دشمن نقصان میں ہے نہ کہ ہم

گالیاں دینا تو کمزوروں کا کام ہے

اور یہ کمزور لوگوں کا ہی اوچھا ہتھیار ہے۔ گالیاں دیکر وہ گویا اپنا ناک آپ کاٹ رہے ہوتے ہیں۔

پس ہماری جماعت کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ تکالیف کا آنا

خوشی اور فخر کا مقام

ہے۔ یہ زمانہ تلوار چلانے کا تو تھا نہیں اس لئے ہمارے دلوں میں ضرور یہ حسرت رہتی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے صحابہ کو تو تکالیف اُٹھانے اور قربانیاں کرنے کی توفیق ملی۔ مگر ہم کو یہ نعمت نصیب نہ ہوئی۔ پس ہم کو گالیاں دلا کر اور بعض دوسری مشکلات میں مبتلا کرکے اللہ تعالےٰ نے ہماری یہ حسرت پوری کردی ہماری جماعت کو ہمیشہ سوچنا چاہیئے کہ صحابہؓ مصائب کو کس نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ کیونکہ ہمیں انہی کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم ہے۔ میں اس وقت

ایک واقعہ بطور مثال

سُناتا ہوں۔ تاریخوں میں آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی۔ اور جنگ مبارزہ تھی یعنی دونوں طرف کے بہادر ایک ایک کرکے لڑ رہے تھے۔ اتفاقاً ایک رومی سردار نے بہت سے مسلمانوں کو مار ڈالا۔ کئی بہادروں کے مارے جانے کے بعد حضرت ضرارؓ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ لیکن جونہی مقابلہ شروع ہُوا۔ آپ اپنے خیمہ کی طرف بھاگ پڑے۔ یہ دیکھکر دشمن بہت خوش ہوئے اور مسلمان گھبرا اُٹھے۔ کہ یہ کیا ہُوا۔ کیونکہ ضرار نہایت

اعلےٰ پایہ کے جرنیل

تھے۔ غالباً حضرت ابوعبیدہ سردار لشکر تھے۔ انہوں نے بھی حیرت کا اظہار کیا۔ جب ضرار اپنے خیمہ پر پہونچے تو ان کی ہمشیرہ غصّہ سے باہر نکل آئیں۔ اور ان کو ملامت کرنے لگیں۔ حضرت ضرار نے کہا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ میں نے آج اتفاقاً زرہ پہنی ہوئی تھی۔ جب عیسائی جرنیل نے مجھ پر حملہ کیا۔ تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ ضرار تو ہمیشہ بغیر زرہ کے لڑتا رہا ہے۔ آج جو تو نے زرہ پہنی ہے تو کیا اس وجہ سے کہ یہ عیسائی جرنیل بہت بہادر ہے اور تو مرنے سے ڈرتا ہے۔ یہ خیال آتے ہی مجھے خوف ہوا۔ کہ اگر میں آج مر گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ اے ضرار کیا تُو ہماری ملاقات سے ڈرتا تھا کہ زرہ پہن پہن کر لڑتا تھا۔ تو میں خدا تعالےٰ کو کیا جواب دُونگا۔ پس میں خیمہ کی طرف بھاگا۔ تاکہ زرہ اُتار دُوں۔ اور پھر جا کر دُشمن سے لڑوں

یہ وہ نقطۂ نگاہ تھا۔ جس پر صحابہؓ قائم تھے۔ ان کے نزدیک مصائب اور قربانیاں صرف کھڑکیاں تھیں۔ جن میں سے وہ اپنے محبُوب کو جھانکتے تھے۔ غرض مومن خدا تعالےٰ کے راستے میں پیش آمدہ

تکالیف کو انعام

سمجھتا ہے۔ اور جو ان تکالیف کو انعام نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے دل میں ایمان رکھتا ہی نہیں۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ تکالیف اور مصائب کو اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھے۔ کہ یہ قربِ الٰہی کے حصُول کے لئے ایک ذریعہ ہیں۔ ہم کو تو صرف گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور کچھ تھوڑی سی تکالیف دی گئی ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو تو گالیاں بھی دی گئیں۔ اور انہیں قتل بھی کیا گیا۔ اور جلاوطن بھی کیا گیا۔ حتےٰ کہ عورتوں تک کو شدید ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی جب ان کے خاوند نے اس وجہ سے انہیں مدینہ روانہ کردیا۔ کہ مکّہ والے ان کو تکلیف دیتے تھے۔ ان پر بزدل کفار نے حملہ کیا۔ اور سواری سے گرا دیا۔ اس وقت وہ حاملہ تھیں۔ اسی صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ اور اسی تکلیف کی وجہ سے وہ آخر فوت ہوگئیں۔ پس

خدا کی راہ میں تکلیف پانا عزت ہے

کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ عزت کے لئے ہی پیدا کئے گئے تھے۔ اگر یہ چیزیں عزت نہ ہوتیں۔ تو آپ کو ہرگز ان باتوں سے واسطہ نہ پڑتا۔ پس ہم کو اس بات سے خوش ہونا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہم کو اس قابل سمجھا ہے۔ کہ ہم گالیاں کھائیں اور پتھر ہم پر برسیں

کشمیر کی تحریک کے موقعہ پر

جب میں سیالکوٹ گیا تھا۔ تو اس وقت میری تقریر کے موقعہ پر احرار نے ایک گھنٹہ پانچ منٹ تک پتھر برسائے اور گو میرا دل چاہتا تھا۔ کہ میں بھی اس تکلیف سے حصّہ لوں۔ لیکن بہت سے دوستوں نے میرے گرد حلقہ کرلیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے تین پتھر مجھ تک پہنچا ہی دیئے۔ یہ سنگباری ایک گھنٹہ پانچ منٹ تک ہوتی رہی۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر نے حکم دیا۔ کہ لوگ پانچ منٹ میں چلے جائیں ورنہ لاٹھی چارج کیا جائیگا۔ تب فوراً یہ احرار بہادر وہاں سے بھاگ گئے۔ لیکن

ایک گھنٹہ پانچ منٹ تک پتھر برستے رہے

اس عرصہ میں بعض رؤسا نے مجھ سے کہا بھی کہ آپ چھت کے نیچے چلے آئیں۔ اور بعض نے لیکچر ملتوی کرنیکو کہا۔ مگر میں نے یہی جواب دیا۔ کہ نہ میں لیکچر ملتوی کرونگا نہ اندر جاؤنگا کیونکہ میں ان پتھروں کے کھانے میں حقیقی خوشی اور لذت محسوس کرتا تھا۔ اس موقعہ پر ہماری جماعت کے پچیس ۲۵ آدمی زخمی ہوئے۔ جن میں سے بعد میں ایک آدمی فوت بھی ہوگیا ہم کو یہ تو نہیں چاہیئے۔ کہ ایسے مواقع ہم اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔ لیکن اگر خود بخود ایسے مواقع پیش آجائیں تو گھبرانے کی بجائے خوش ہونا چاہیئے جو شخص خدا تعالیٰ کیلئے تکلیف اٹھانا نعمت سمجھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس پر رحم فرماتا ہے۔ ماں کو دیکھو جب وہ بچے کو کہتی ہے۔ کہ تجھے پھینک دوں اگر بچہ آگے سے خاموش ہو رہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ مجھے یہ امر منظور ہے۔ تو ماں اس بچے کو گرانے کی بجائے چھاتی سے لگا لیتی اور پیار کرتی ہے پس ہم کو چاہیئے۔ کہ

عزت اور ذلت کا معیار

وہی رکھیں جو اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ نہ کہ اپنی طرف سے ایک چیز کو عزت اور دوسری کو ذلت سمجھ لیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے۔ کہ جو شخص لوگوں کی ظاہر بین نظروں میں ذلیل ہو۔ وہی شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین ہو۔ ؎

لنڈن میں تبلیغ اسلام

ایک مذہبی کانگریس میں احمدیت کا ذکر جرمن طلباء کو دعوت

ورلڈ فیلوشپ آف فیتھس کے قیام کی اصل غرض مختلف مذاہب کے درمیان رشتۂ اخوت ومحبت اور اس کا قائم کرنا ہے۔ اس سوسائٹی کی پہلی کانگریس شکاگو اور نیویارک میں ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء کو ہوئی تھی۔ جس میں مختلف مذاہب کے ۱۹۹ - نمائندے شریک ہوئے۔ اس کی تیسری کانگرس ۱۹۳۸ء میں ہندوستان اور ۱۹۳۹ء میں نیویارک اور ۱۹۴۲ء میں جاپان منعقد ہوگی۔ اور دوسری کانگرس جولائی ۱۹۳۶ء کو لنڈن میں ہوئی ہے اس کے اجلاس یکم جولائی سے لے کر ۱۷ - جولائی تک ہوئے۔ ہر روز صبح پہلے ایک مذہب کا نمائندہ دعا کرتا جس میں دوسرے بھی شریک ہوتے۔ پھر لیکچر ہال میں آتے۔ اس میں پہلا اجلاس ۹½ سے ۱۱ ایک بجے تک اور دوسرا ۲½ بجے سے لے کر ۴½ بجے تک ہوتا۔ ہر مضمون پڑھے جانے کے بعد مباحثہ کا موقعہ دیا جاتا۔ حاضری عام طور پر ۱۵۰ - یا ۲۰۰ کے قریب ہوتی تھی۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ تین عام اجلاس ہوئے۔ جن میں داخلہ کے لئے ٹکٹ کی ضرورت نہ تھی۔ اس میں ڈیڑھ دو ہزار کے قریب لوگ شامل ہوجاتے تھے۔

۱۶ - جولائی کے پروگرام میں دُعاء مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی رکھی ہوئی تھی۔ اور عیسائی مذہب کے نمائندہ کے مضمون کے متعلق بحث کا افتتاح بھی انہوں نے ہی کرنا تھا۔ چھپا ہوا مضمون درد صاحب کو پہنچ گیا تھا۔ جس کا جواب آپ نے لکھ لیا تھا۔ اور دُعا بھی سوسائٹی والوں نے چھپوا دی تھی ۱۶ - جولائی کی صبح کو پروگرام کے مطابق آپ نے دُعا کی۔ پہلے سورہ کہف کی پہلی اور آخری دس آیات تلاوت کیں۔ پھر وُہ چھپا ہوا پرچہ پڑھا جس میں چند احادیث نبویہ کا ترجمہ دیا گیا تھا۔ پھر "احمدیت حقیقی اسلام ہے" کے آخر میں جو تمام ممالک کو اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ لکھی تھی پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک فارسی نظم کا ترجمہ ہے۔ اور آخر میں سورۃ فاتحہ کا ترجمہ دیا گیا تھا۔

عیسائی مذہب کے نمائندہ کے جواب میں آپ نے اس امر کی وضاحت کردی تھی۔ کہ سب مذاہب کے نمائندوں نے اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ اگر مختلف مذاہب کے درمیان رشتۂ محبت و اتفاق قائم ہوسکتا ہے۔ تو اس کا وحید ذریعہ یہی ہے۔ کہ ایک خدا جو سب کا خالق ہے۔ اس پر ایمان لائیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ ایک خدا پر ایمان کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی نہیں بتاتا سو اس کا ذریعہ صرف ایک ہی ہے اور وُہ خدا کے نبی اور فرستادہ ہوتے ہیں۔ اور ایسے ہی پاک وجُودوں کے ذریعہ مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے رہنے والوں کے درمیان حقیقی اتحاد پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوےٰ اور مختصر طور پر آپ کی سوانحعمری بھی پیش کی۔ یہ مضمون مسلم ٹائمز میں شائع ہوچکا ہے۔

میں بھی اس کانگریس کے متعدد اجلاسوں میں شریک ہوا۔ اور وہاں مہاراجہ بڑودہ اور سر ہربرٹ سموئیل۔ اور سر آرنلڈ سٹیورر اور حافظ وہبہ قنصل حکومت سعودیہ وغیرہ سے ملاقات ہوئی اس موقعہ پر احمدی دوستوں نے دوسو کے قریب اشتہارات اور ٹریکٹ تقسیم کئے۔

اس کانگریس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کی تقریریں سُننے سے قرآن مجید کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ سورۃ صافات کی پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کانفرنسوں کا ذکر کرتے ہُوئے فرمایا ہے۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ۔ کہ ایسی تمام کانگرسوں اور کانفرسوں کا نتیجہ آخر یہی نکلے گا۔ کہ انہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اے انسانو! تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ جو آسمان اور زمین اور مافیہما کا رب ہے۔ اور تمام مشارق کا بھی وُہی رب ہے۔

ایام زیر رپورٹ میں ڈاکٹر سلیمان صاحب نے موجودہ اناجیل اور قرآن کے مقابلہ۔ اور مسٹر مبارک احمد فیولنگ نے اسلام اور غلامی کے موضوع پر لیکچر دیا۔ دونوں نے اپنا اپنا لیکچر محنت سے تیار کیا تھا۔ اور مدلل تھا۔

۲۴ - جولائی کو جرمن طلباء کی ایک کلب کے ممبر مسجد میں آئے۔ جنہیں چائے کی دعوت دی گئی تھی۔ پینتیس کے قریب طالب علم تھے۔ استادوں اور یہاں کے مہمانوں کو ملا کر پچاس کے قریب تعداد ہوگئی۔ یہ طالب علم اچھے اعلےٰ گھرانوں کے تھے۔ چائے کا انتظام باغ میں کیا گیا تھا۔ مختلف جگہ میزیں اور کرسیاں لگادی گئی تھیں۔ مسجد وغیرہ دیکھنے کے بعد سب کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ ہر ایک میز پر ایک ایک احمدی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جو ان سے باتیں کرتا رہا۔ موسم بہت اچھا تھا۔

چائے کے بعد سکرٹری کلب نے مختصر تقریر میں شکریہ ادا کیا۔ جس کا درد صاحب نے جواب دیا۔ اور یہ تجویز کی۔ کہ احمدی دوست مختلف زبانوں میں تھوڑا تھوڑا بولیں۔ چنانچہ ڈاکٹر سلیمان صاحب نے افریقی زبان میں۔ محمد امین خاں درانی نے پشتو میں۔ برادرم عبدالعزیز صاحب نے پنجابی میں۔ مرزا سعید احمد صاحب نے اُردو۔ اور فارسی میں۔ ایک دوست نے سسیلی میں۔ اور خاکسار نے عربی میں تقریر کی۔ اس تقریب کے موقعہ پر حافظ نذیر احمد صاحب ریٹائرڈ جج آف ریاست کشمیر جو حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حقیقی ماموں ہیں۔ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے گہری دلچسپی لی۔ اور مختصر سی تقریر بھی کی۔

آخر میں احباب سے دعا کے لئے درخواست ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس رُوحانی طور پر بنجر زمین میں اپنے فضل کی بارشیں برسائے۔ اور مُردہ دلوں کو زندہ کرکے اپنے عرفان اور روحانیت کی نہریں جاری کرے۔

خاکسار جلال الدین شمس از لنڈن

قبرستان کے مقدمہ میں گواہان استغاثہ کے بیانات

۶ راگست کو گواہان استغاثہ کے حسب ذیل بیانات ہوئے:۔

قدرت اللہ کنسٹیبل کا بیان

۱۶ ر جون کو صبح کے وقت میں قبرستان میں موجود تھا۔ عبدالحق محمد اسحٰق اور ان کے دو ساتھیوں کو مارا گیا۔ مارنے والے اٹھارہ انیس آدمی تھے۔ سب کے پاس لاٹھیاں تھیں۔ ایک کے پاس کہی تھی۔ جس سے اس نے عبدالحق کو مارا حملہ آوروں میں سے بعض عبدالرحمٰن جٹ۔ عبدالرحمٰن کشمیری اور اسماعیل کو پہلے جانتا تھا۔ باقی حملہ آوروں میں سے میں نے شناخت پریڈ میں محمد حیات اور ابراہیم کو شناخت کیا تھا۔ احمدی قریباً تین ہزار تھے۔ ان میں وردیوں والے آدمی تھے۔ جن کی تعداد پانصد سے ایک ہزار تک ہوگی۔ احراریوں کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا۔ وہ صرف منتیں کر رہے تھے۔

بجواب جرح جناب مرزا عبدالحق صاحب پولیس کے سامنے میرا بیان ہوا تھا۔ نو بجے کے قریب ہوا تھا۔ میں ۱۶ ر جون کو عبدالرحمٰن جٹ اور ظہور احمد کو بلانے نہیں گیا تھا۔ تا وہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پیش ہوں۔ نہ ہی میں ان کو فضل الرحمٰن کنسٹیبل کی معیت میں ظہر کی نماز کے بعد ملا تھا۔ مجھے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کسی ملازم کو بلانے نہیں بھیجا تھا۔ میں ستکوہا کا رہنے والا اور ککے زئی ہوں۔ فیض اللہ چک ستکوہا سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ محمد خورشید میری برادری کا ہے وہ بھی ککے زئی ہے۔ میں پہلے عبدالرحمٰن جٹ کو نہیں جانتا تھا وقوعہ کے بعد ہی مجھے معلوم ہوا۔ کہ عبدالرحمٰن جٹ فیض اللہ چک کا ہے اور ککے زئی ہے۔ عبدالرحمٰن کشمیری کو اس لئے جانتا ہوں کہ وہ تھانہ صدر بٹالہ میں آتا جاتا تھا۔ جب میں قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا وہاں متعین تھا اسماعیل ملزم کو اس لئے جانتا ہوں کہ وہ چوکیدار تھا۔ اور چوکی میں آتا جاتا تھا۔ میں وقوعہ سے قریباً ایک ماہ قبل قادیان آیا تھا۔ میں ۱۷ ر جون کو بھی قبرستان گیا تھا۔ میرے ساتھ محمد خان ہیڈ کنسٹیبل تلسا سنگھ لال بیگ۔ نذر حسین نواب دین اور راجہ عمر دراز بھی گئے تھے۔ شاید لالہ وزیر چند بھی ہوں۔ جب ہم گئے بعض احمدی قبر کھود رہے تھے۔ ان میں سے میں کسی کو شناخت نہیں کر سکتا۔ سو ڈیڑھ سو احمدی وہاں تھے۔ اس دن کوئی احراری نہ تھا۔ اس دن کسی سے کوئی کشمکش نہیں ہوئی۔ عظمت علی اور حسن محمد کنسٹیبل بھی وہیں تھے۔ میں اور دوسرے سپاہی ۱۶ ر جون کو محمد خان ہیڈ کنسٹیبل کے ساتھ گئے تھے۔ احکام ہیڈ کنسٹیبل کو ملے تھے۔ ہیڈ کنسٹیبل نے مجھے یا میری شنید میں کوئی حکم کسی کو نہیں دیا تھا۔ ہم قبرستان کو کھیتوں میں سے گئے تھے۔ اور احمدیوں سے اس چھپڑ پر جا کر مل گئے۔ جو قبرستان سے ڈیڑھ سو کرم کے فاصلہ پر ہے۔ اور اکٹھے ہی قبرستان پہونچے تھے۔ والنٹیر بھی جنازہ کے ساتھ ہی تھے۔ میں نے اس وقت میت کو نہیں دیکھا۔ جس چھپڑ کا میں نے ذکر کیا ہے وہ شہر سے چار یا پانچ سو کرم ہے۔ پولیس والے سب اکٹھے ہی جا رہے تھے جب ہم پہونچے ہیں عبدالحق اور اس کے تین ساتھی قبر کے پاس ہی کھڑے تھے۔ اس وقت قبر نصف یا ایک فٹ کھودی ہوئی تھی۔ جب ہم وہاں پہونچے ہیں اس وقت کوئی قبر نہیں کھود رہا تھا لیکن جونہی ہم پہونچے ملزمان میں سے دو یا چار نے کہا قبر کھود دو۔ ہم دیکھتے ہیں کون روکے گا۔ یہ کہنے والے عبدالرحمٰن جٹ۔ عبدالرحمٰن کشمیری اور دو اور احمدی تھے۔ جن کو میں شناخت نہیں کر سکتا۔ اس پر قبر کھودنی شروع کر دی گئی۔ عبدالحق یا کسی اور احراری نے قبر کھودنے والوں میں سے کسی کو پکڑ کر نہیں روکا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ احمدیوں نے احراریوں سے کہا ہو۔ کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ عبدالرحمٰن جٹ نے کہا کہ تم کون ہو تمہارا قبرستان سے کیا تعلق ہے۔ تم ماموں لگتے ہو۔ احراری نہ تو پیچھے ہٹے اور نہ وہاں سے گئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ وہیں کھڑے رہیں گے۔ اور نہیں جائیں گے۔ ایک دو سپاہی مغرب کی جانب ہم سے دو قدم کے فاصلہ پر تھے۔ قبر کے اردگرد ایک حلقہ اسی وقت بنا لیا گیا۔ جب احراری پٹ رہے تھے۔ احراری گھیرے کے اندر تھے۔ پولیس والے بھی اندر تھے۔ ایک دو احمدیوں نے دوسروں سے کہا تھا۔ کہ اچھی طرح خیال رکھو۔ کوئی اور احراری نہ آ جائے۔ ایک دو اور بیرونی حلقے بھی بنے ہوئے تھے۔ دوسرا حلقہ ایک قدم کے فاصلہ پر تھا۔ اور یہ حلقہ بنانے والوں کے مونہہ دوسری طرف تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی تیسرا چکر بھی وہاں تھا یا نہیں۔ ایسے احمدی بھی تھے جو ان حلقوں میں نہیں تھے۔ مجھے ان کی تعداد معلوم نہیں۔ قریباً دو ہزار ہونگے۔ قریباً سو آدمیوں نے پہلا حلقہ بنایا ہوا تھا۔ ان میں بعض وردیوں والے بھی تھے۔ میں نے حملہ کے وقت حملہ آوروں کو گن نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن جٹ نے وردی پہنی ہوئی تھی۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی اور نے بھی پہنی ہوئی ہو۔ مار کھانے کے بعد عبدالحق قبر کے جنوب کی طرف ایک قدم کے فاصلہ پر گرا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھی بھی پاس ہی تھے۔ حملہ آور حملہ سے پہلے قبر کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ عبدالرحمٰن جٹ کس طرف تھا۔ بعض لوگوں نے عبدالحق پر حملہ کر دیا اور بعض نے دوسروں پر۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کس نے کس کو مارا۔ ولی محمد نے کہی ماری تھی۔ میں نے اسے مجسٹریٹ صاحب کے سامنے شناخت پریڈ میں شناخت نہیں کیا تھا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی وہاں کوئی اور احراری نہیں آیا۔ یہ یاد نہیں کہ احمدیوں کے چلے جانے کے بعد بھی کوئی احراری آیا تھا یا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ احراری کب شہر کی طرف گئے۔ میں ان کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ حملہ کے بعد سب پولیس والے اکٹھے ہو گئے تھے یا علیحدہ علیحدہ۔ حملہ کے بعد سب احراری قبر کے قریب ہی رہے تھے۔

بجواب جرح جناب شیخ بشیر احمد صاحب مجھے یاد نہیں کہ ۱۶ ر جون کو جب ہم قبرستان کی طرف چلے ہیں تو حسن محمد ساتھ تھا یا نہیں۔ جاتے ہوئے میں نے کسی احراری کو ادھر جاتے نہیں دیکھا۔ احمدی کوئی نعرے نہیں لگا رہے تھے۔ میں قادیان کے سارے احراریوں کو نہیں جانتا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ سب احمدی تھے۔ اور ان میں احراری نہیں تھے۔ کیونکہ دشمن کے ساتھ دشمن نہیں جاتا۔ احمدی ایک مجمع کی صورت میں تھے۔ سارا مجمع پولیس والوں سے آگے تھا۔ پولیس والے قبر سے دو تین کرم کے فاصلہ پر جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ محمد خان حوالدار قبر کے پاس گیا ہو۔ یہ بھی یاد نہیں کہ محمد خان حوالدار نے کسی احمدی سے بات چیت کی ہو۔ اس نے احمدیوں کو وہاں دفن کرنے سے نہیں روکا تھا۔ پولیس کے جانے کے دس پندرہ منٹ بعد میت دفن کر دی گئی۔ مجھے معلوم نہیں کہ تدفین سے قبل لاش کہاں رکھی تھی صرف دفن ہونے کے وقت ہی میں نے دیکھا۔ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی گئی۔ یہ بھی یاد نہیں کہ تدفین کے بعد دعا مانگی گئی ہو جب احمدیوں نے قبر کھودے جانے کا حکم دیا۔ تو عبدالحق نے ان سے کہا کہ تم دوسری جگہ دفن کرتے رہے ہو۔ ہمارے پاس صرف یہی جگہ ہے۔ یہاں دفن نہ کرو۔ عبدالحق کے ساتھی بھی منتیں کرتے تھے ہاتھ جوڑ کر۔ جب عبدالرحمٰن جٹ نے کہا کہ تم ماموں لگتے ہو۔ تو احراریوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اسکے بعد معاً حملہ ہو گیا۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی اور بات چیت بھی ہوئی ہو مجھے یاد نہیں کہ حملہ کے وقت حوالدار نے کہا ہو کہ فساد نہ کرو۔ پولیس والوں نے حملہ ہونیکے بعد قبر کے پاس جا کر احراریوں کی حفاظت کی اور احمدیوں سے کہا کہ مت مارو میں نے لاٹھی چارج نہیں کیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ احمدیوں نے حوالدار سے کہا ہو کہ احراریوں کو یہاں سے چلے جائیں

نہ ہی یہ یاد ہے کہ کسی احمدی نے حوالدار سے یہ شکایت کی ہو کہ احراری فساد کرتے ہیں۔ عبد الرحمٰن جٹ کا نام میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ حملہ کے بعد میں نے کسی سے کسی حملہ آور کا نام نہیں پوچھا تھا۔ میں نے سب انسپکٹر کے سامنے لکھوایا تھا۔ کہ میں عبد الرحمٰن نمبردار۔ عبد الرحمٰن اور اسمٰعیل کمہار کو شناخت کر سکتا ہوں۔ عبد الرحمٰن جٹ کا نام مجھے اس طرح معلوم ہوا۔ کہ حملہ کے بعد مبارک علی پٹواری نے مجھے اس کا نام بتایا تھا۔ راجہ صاحب کی موجودگی میں اس نے یہ مجھے بتایا تھا اس وقت باقی سپاہی علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس وقت سب انسپکٹر کے پاس اور کون کون آدمی تھے پٹواری نے مجھے عبد الرحمٰن کا نام بیان دینے سے پہلے بتایا تھا۔ یہ یاد نہیں۔ کہ پہلے کس سپاہی کا بیان ہوا تھا جب سب کے بیان لکھے جا چکے۔ تو مبارک علی پٹواری اور پولیس والے اکٹھے ہی شہر کی طرف گئے تھے۔ میرے سامنے مبارک علی پٹواری نے کسی اور سپاہی کو کچھ نہیں کہا تھا۔ اس نے مجھے خود بخود یہ بتایا تھا ولی محمد ملزم نے قبر سے باہر نکل کر کہی ماری تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ عبد الحق نے اپنا بازو سامنے کیا تھا یا نہیں۔

دکل کی طرح آج اس گواہ کو بھی عدالت نے لایعنی اور فضول باتیں کرنے پر تنبیہہ کی اور کہا کہ بک بک مت کرو۔)

تلسا سنگھ کنسٹیبل کا بیان

میں ۱۶ رجون کو قبرستان میں گیا تھا میرے سامنے چار احراریوں عبد الحق محمد اسحٰق۔ محمد دین اور عبد اللہ کو مارا گیا تھا۔ مارنے والے پندرہ بیس احمدی تھے۔ ایک حملہ آور یعنی ولی محمد نے کہی ماری تھی۔ باقیوں نے لاٹھیوں سے مارا تھا۔ ملزمین میں سے پہلے میں ولی محمد۔ عبد الرحمٰن نمبردار۔ اور عبد الرحمٰن جٹ کو جانتا تھا۔ شناخت پریڈ میں ان کے علاوہ ولی محمد اور ظہور احمد کو شناخت کیا تھا۔ ان پانچوں کو میں نے شناخت کیا تھا۔

بجواب جرح مرزا عبد الحق صاحب

اس وقوعہ سے دو تین روز قبل بھی میری ڈیوٹی قبرستان میں لگی تھی۔ مگر تاریخ مجھے یاد نہیں۔ وہ عیدگاہ کے متعلق احرار اور احمدیوں کے جھگڑے کے سلسلہ میں تھی۔ اور ہمیں ہدایت دی تھی۔ کہ کوئی فساد نہ ہو۔ قبرستان کے متعلق مجھے کوئی ہدایت نہیں تھی۔ وقوعہ کے بعد میرا بیان راجہ عمر دراز صاحب کے سامنے ہوا تھا۔ ولی محمد پہلے میرے ساتھ پولیس میں کنسٹیبل تھا۔ یہ ۱۹۲۸ء کی بات ہے۔ عبد الرحمٰن جٹ کو پہلے جاننے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے پہلے اسے بعض اوقات بازار میں دیکھا اور سپاہیوں سے معلوم ہوا۔ کہ یہ فلاں شخص ہے احمدیہ بازار میں میری کبھی کبھی ڈیوٹی لگتی رہی ہے۔ میں نے اس بازار میں نیشنل لیگ کا دفتر نہیں دیکھا۔ میں احمدیوں کے کسی جلسہ میں نہیں گیا۔ ۱۵ رجون کو میں قبرستان میں نہیں گیا تھا۔ ۱۷ ر کو گیا تھا یہ یاد نہیں۔ کہ اور کون کون سپاہی ساتھ تھے۔ ۲۵ سپاہی ریزرو کے بھی ساتھ تھے۔ یہ پتہ نہیں۔ کہ راجہ عمر دراز صاحب گئے تھے یا نہیں۔ نہ ہی لالہ وزیر چند کے متعلق مجھے علم ہے۔ محمد خان ہیڈ کنسٹیبل ساتھ تھا۔ صبح کے وقت گئے تھے۔ وقت معلوم نہیں۔ بعض احمدی وہاں تھے۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ دفن کر چکے تھے۔ یا کر رہے تھے۔ دو سو کے قریب احمدی تھے۔ کوئی احراری نہیں دیکھے۔ اس دن کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ ۱۶ رجون کو ہمارے جانے کے تھوڑی دیر بعد حملہ شروع ہو گیا۔ میں وقت نہیں بتا سکتا۔ مزید کہا کہ دو چار منٹ کے بعد ہی ہو گیا۔ آج میرے پاس گھڑی ہے۔ اس دن نہیں تھی۔ محمد خان ہیڈ کنسٹیبل نے فریقین سے کہا تھا۔ کہ فساد نہ کرو۔ یہ یاد نہیں کہ کہا ہو۔ کہ قبر کھود لینے دو۔ یہ یاد ہے کہ اس نے احمدیوں کو کھودنے سے روکا نہیں تھا۔ فساد سے پہلے محمد خان ہیڈ کنسٹیبل نے ہاتھوں سے فریقین کو علیحدہ علیحدہ کیا تھا۔ مگر کوئی پارٹی پیچھے نہیں ہٹی اس وقت احراری قبر سے جنوب کی جانب تھے۔ اور احمدی جانب شمال۔

اس وقت فریقین میں قدم دو قدم کا ہی فاصلہ تھا۔ قبر فریقین کے درمیان تھی۔ تھوڑی سی قبر کھودی ہوئی تھی۔ اس وقت احمدی قبر کھود رہے تھے۔ عبد الرحمٰن جٹ نے احراریوں سے کہا کہ تم قبرستان کے ماموں لگتے ہو۔ اور ساتھیوں سے کہا کہ ان کو پرے ہٹا دو۔ اس کے بعد احراریوں نے پھر درخواست کی کہ وہاں دفن نہ کریں جس پر حملہ کا حکم دے دیا گیا۔ جو عبد الرحمٰن جٹ نے دیا۔ ہم نے معضروبوں کو بچانے کے لئے اپنی لاٹھیاں آگے کر دیں۔ مزید کہا کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ صرف آگے بڑھ کر بچانے کی کوشش کی۔ تمام حملہ آور اکٹھے تھے۔ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ کس ترتیب سے کھڑے تھے۔ ملزمین میں سے کون آگے تھا۔ سب سے پہلے ولی محمد نے کہی ماری جس کے بعد لاٹھیوں سے باقیوں نے حملہ کر دیا۔ عبد الحق اور اس کے ساتھی بھاگے نہیں۔ صرف عبد الحق ہی گرا تھا۔ اس کے ساتھی پولیس والوں میں مل گئے۔ عبد الحق قبر سے ایک قدم کے فاصلہ پر گر گیا۔ جب حملہ ہوا۔ سب احمدی بے ترتیبی سے کھڑے تھے۔ کوئی حلقہ نہیں تھا۔ اکثر احمدی قبر کے شمال کی طرف تھے۔ وردیوں والے سب ملے جلے تھے۔

۱۶ رجون کو D.P.O. صاحب چوکی میں آئے تھے۔ وقت معلوم نہیں۔ وہ بارہ بجے سے پہلے پہلے آئے۔ میں نے عبد الرحمٰن جٹ اور ظہور احمد کو وہاں نہیں دیکھا تھا۔ لالہ وزیر چند مجھے چوکی میں وقوعہ کے بعد نہیں ملا تھا۔

بجواب جرح جناب شیخ بشیر احمد صاحب

حسن محمد کنسٹیبل ۱۶ رجون کو ہمارے ساتھ قبرستان میں آیا تھا۔ پولیس والے قبرستان کی طرف اپنے کیمپ سے گئے تھے۔ مزید کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ کیمپ سے گئے تھے یا چوکی سے۔ قبرستان کو جاتے ہوئے میں نے احمدیوں کو مختلف اطراف سے قبرستان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور بہت سے رستہ پر جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے لاش کو چھوٹی چارپائی پر لے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ لاش ہاتھوں پر نہیں اٹھائی ہوئی تھی۔ یہ چھوٹی چارپائی تھی۔ جس پر لاش رکھی ہوئی تھی۔ ہم پہلے کھیتوں میں سے گئے تھے اور قبرستان سے دو چار کھیت کے فاصلہ پر مجمع میں جا ملے تھے۔ اس وقت ہم مجمع کے وسط میں تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے کتنے احمدی تھے اور پیچھے کتنے نہ ہی یہ کہہ سکتا ہوں کہ دو سو تھے یا دو ہزار میں نہیں کہہ سکتا کہ رستہ میں احمدی کوئی دعا کر رہے تھے جا رہے تھے یا نہیں۔ یہ بھی خیال نہیں کہ وہ نعرے لگاتے تھے۔ یا نہیں۔ میں نے قبرستان میں لاش رکھی جاتی نہیں دیکھی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جنازہ کے آگے کتنے آدمی تھے۔ اور پیچھے کتنے۔ یا جنازہ سب سے آگے تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ جنازہ کس نے اٹھایا ہوا تھا۔ یا لے اٹھانے والے کتنے آدمی تھے۔ میں نے بگل کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ جب ہم پہنچے۔ بعض لوگ قبر کھود رہے تھے۔ یہ معلوم نہیں کتنے تھے اور کون کون تھے۔ میں قادیان میں قریباً تین ماہ سے تھا۔ اور ریزرو گارد میں تھا۔ عبد الرحمٰن جٹ سے میرے کوئی مراسم نہیں تھے۔ میں نے اس کا نام وقوعہ سے پہلے پولیس کے ملازموں سے سنا ہوا تھا۔ مزید کہا فضل الرحمٰن سپاہی نے مجھے بتایا تھا۔ کہ اس کا نام عبد الرحمٰن جٹ ہے۔ ایک دن بازار میں جاتے ہوئے میں نے پوچھا تھا۔ کہ اس کا کیا نام ہے۔ تو اس نے بتایا کہ یہ عبد الرحمٰن جٹ ہے۔ اس طریق پر میں کسی اور شخص کے نام سے واقف نہیں ہوں۔ مبارک علی پٹواری ہمارے ساتھ ہی قبرستان گیا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ وہ میرے بیان کے وقت وہاں تھا یا نہیں۔ لالہ وزیر چند صاحب میرے سامنے قبرستان میں آئے تھے۔ اور ہم سے یہ معلوم کر کے کہ حملہ ہو گیا ہے وہ قبر کی طرف چلے گئے۔ یہ معلوم نہیں احمدیوں سے ان کی بات چیت ہوئی یا نہیں اس وقت قبر پوری طرح بھری ہوئی نہیں تھی میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ لالہ وزیر چند نے آ کر کہا ہو کہ کون روکتا ہے۔ محمد خان ہیڈ کنسٹیبل نے احمدیوں سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا کہ فساد نہیں ہونا چاہیئے۔ لالہ وزیر چند نے مضروبین کے بیانات لئے تھے۔ جو میں سن نہیں سکتا تھا جب میرا بیان ہوا۔ میں اکیلا ہی تھا۔ باقی سپاہی پرے تھے۔

چار پانچ قدم کے فاصلہ پر تھے۔ ہم قبرستان نو سے بارہ بجے کے درمیان کسی وقت واپس آئے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اور کوئی احراری وہاں آیا ہو۔ عبدالحق وغیرہ کے ساتھ دین محمد کنسٹیبل قبرستان سے واپس قادیان آیا۔ اور باقی پولیس پارٹی اس وقت علیحدہ آگئی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ عبدالحق کے کپڑوں کو خون لگا ہوا تھا یا نہیں۔ مبارک علی پٹواری کا بیان میرے سامنے نہیں ہوا تھا۔ دوسرے سپاہیوں سے ملزمین کے ناموں کے متعلق میری کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔

بیان گواہ مبارک علی پٹواری

میں ۱۶ جون کی صبح کو قبرستان میں موجود تھا۔ جب عبدالحق۔ محمد دین اور محمد اسحٰق احراریوں کو مار پڑی۔ مارنے والے انیس بیس احمدی تھے۔ حملہ آوروں میں سے میں پہلے عبدالرحمٰن جٹ عبدالرحمٰن نمبردار۔ رحمت اللہ شاکر۔ ظہور احمد۔ محمد نقی۔ مجدالدین گیانی۔ چودھری حاکم علی خیردین۔ منگو کمہار اور ابراہیم کو جانتا تھا۔ باقیوں میں سے میں نے عبداللطیف کو شناخت کیا تھا۔ ان سب کو شناخت پریڈ میں میں نے شناخت کیا تھا۔ ان سب کے پاس لاٹھیاں تھیں۔ ایک کے پاس کہی تھی۔ قریباً تین ہزار احمدی وہاں جمع تھے۔ قریباً تین سو آدمی وردیوں میں تھے۔ مضروب تین تھے۔ ایک عبداللہ بھی ساتھ تھا۔ جو بچ گیا۔ جب میں گیا ہوں عبدالحق وغیرہ ہاتھ جوڑ رہے تھے۔

بجواب جرح جناب مرزا عبدالحق صاحب وکیل

میری ڈیوٹی یہ ہے۔ کہ قادیان کے متعلق پولیس جو ڈائریاں لکھے۔ میں ان کو پڑھکر ان کی تصدیق کر دیتا ہوں۔ میں احمدیوں کے پبلک جلسوں میں شامل ہوتا ہوں۔ نیشنل لیگ کے جلسوں میں بھی شامل ہوتا ہوں۔ رحمت اللہ شاکر کو بعض جلسوں میں میں نے تقریریں کرتے سُنا ہے۔ ریزولیوشنز بھی ان جلسوں میں پاس ہوتے رہے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کسی میٹنگ میں جس میں رحمت اللہ شاکر نے تقریر کی ہو۔ پولیس کے خلاف ریزولیوشنز پاس کئے گئے ہوں یہ مجھے یاد نہیں۔ کہ واقعہ سے پہلے کیا کیا ریزولیوشنز پاس ہوتے رہے ہیں۔ میں ۵ر مئی ۱۹۳۶ء سے قادیان میں ڈائری کے کام پر لگا ہوا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس دن سے کتنی میٹنگوں کی ڈائری بھیجی۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس عرصہ میں پانچ جلسے ہوئے یا پچاس۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ بعض ان جلسوں کی صدارت کرتے رہے ہیں۔ یہ آل انڈیا نیشنل لیگ کے صدر ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ ظہور احمد نیشنل لیگ کا سیکرٹری ہے یا نہیں۔ مجھے علم نہیں۔ نیشنل لیگ قادیان کا صدر کون ہے۔ لیگ کا دفتر بھی میں نے نہیں دیکھا۔ دفتر اخبار الحکم کا بورڈ بازار میں لگا دیکھا ہے۔ مگر نیشنل لیگ قادیان کا بورڈ نہیں دیکھا۔ میں نہیں بتا سکتا کہ ڈائریوں پر نمبردار کے دستخط ہوتے ہیں۔ یا نہیں۔ کیونکہ یہ راز کی بات ہے عدالت نے اس کا یہ عذر تسلیم کر لیا۔ جس پر وکلاء ملزمین نے اپنا اعتراض ریکارڈ پر نوٹ کرا دیا۔ فیروز دین ہیڈ کنسٹیبل اور تین سپاہی تھورام سمپورن سنگھ حسین احمد آج کل ڈائری نویسی پر متعین ہیں۔ یہ تین سپاہی دس بارہ دن سے آئے ہیں۔ ان سے پہلے محمد خورشید فاضل شاہ، فضل الرحمٰن تھے۔ محمد خورشید اس مقدمہ میں بھی گواہ ہے۔ کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ اور یہ میری آمد سے پہلے سے اس ڈیوٹی پر متعین تھے۔ ریتی چھلہ کی مسجد کے پاس بھی نیشنل لیگ کے جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ میں ۱۶ جون کو قبرستان میں اپنی عام ڈیوٹی کے سلسلہ میں گیا تھا۔ مجھے کسی نے آکر اطلاع نہیں دی تھی۔ میں اپنے گھر سے صبح سوا چھ بجے چوکی کی طرف جا رہا تھا۔ کہ رستہ میں مجھے علم ہوا۔ کہ منگو کمہار کی لڑکی فوت ہو گئی ہے۔ پھر میں چوکی آیا۔ اس وقت محمد خاں حوالدار اور دوسرے سپاہی قبرستان کے لئے تیار تھے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ چوکی میں اس وقت اطلاع پہونچ چکی ہوئی تھی۔ جب میں گیا۔ تو لالہ وزیر چند سپاہیوں کو حکم دے رہے تھے۔ کہ منگو کی لڑکی فوت ہو گئی ہے۔ تین چار احراری اور کچھ احمدی وہاں جا رہے ہیں۔ اور وہاں فساد کا خطرہ ہے۔ اس لئے وہاں جاؤ۔ مزید کہا۔ کہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر حوالدار اور سپاہیوں کو قبرستان جانے کا حکم دے رہا تھا۔ تا فساد نہ ہو۔ اور میں نے ان کو کہا۔ کہ مجھے بازار میں پتہ لگا ہے۔ کہ تین چار احراری اور کچھ احمدی قبرستان پہونچ گئے ہیں۔ میں نے یہ محمد خاں حوالدار اور سپاہیوں کی موجودگی میں کہا تھا۔ میرا مکان مسجد اقصٰے کے قریب ہے۔ ایک ایک دو دو کرکے پندرہ بیس احمدی میں نے جاتے دیکھے تھے۔ جب میں چوکی کو جا رہا تھا۔

میں نے سب انسپکٹر راجہ عمر دراز کے سامنے بیان دیا تھا۔ میں نے چوکی کو جاتے ہوئے بگل کی آواز سُنی تھی۔ وہ نئی آبادی کی طرف سے جو ریتی چھلہ کی طرف ہے۔ آتی معلوم ہوتی تھی۔ چوکی پولیس ریتی چھلہ سے پچاس ساٹھ کرم کے فاصلہ پر ہے۔

جب ہم قبرستان میں پہنچے ہیں تو احمدی بھی ہمارے ساتھ ہی پہونچ گئے تھے۔ ہم سیدھے کھیتوں میں سے قبرستان کی طرف گئے تھے۔ قبرستان کو جاتے ہوئے میں اور سب پولیس والے رستہ پر سے نہیں گذرے تھے۔ ہم کھیتوں میں سے ہی ایک چھپڑ تک گئے۔ جو رستہ کے پاس ہے۔ اور پھر رستہ کو عبور کرکے دوسری طرف کھیتوں میں چلے گئے۔ تا رستہ مختصر ہو جائے۔ جب ہم قبرستان میں پہونچے۔ تو قریباً آدھے احمدی وہاں پہونچ چکے تھے۔ اور باقی ہمارے ساتھ ہی پہونچے۔ میں عبدالحق۔ محمدالدین اور محمد اسحٰق احراریوں کو پہلے سے جانتا تھا۔ عبداللہ کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ جب پولیس میں اس کے بیان ہوئے۔ تو پھر مجھے اس کا نام معلوم ہوا۔ عبدالحق وغیرہ کے بیانات جب ہوئے تو میں سن رہا تھا۔ اس وقت سپاہی بھی میرے ساتھ تھے۔

بجواب جرح جناب شیخ بشیر احمد صاحب:۔

۱۵ جون کو مجھے قبرستان میں فساد کے کسی خطرہ کی اطلاع نہیں ملی۔ ۱۵ جون کو میں نے پچھلے پہر سُنا تھا۔ کہ منگو کی لڑکی فوت ہو گئی ہے۔ مجھے پہلے قادیان میں قبرستان کے متعلق احرار اور احمدیوں کے جھگڑے کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ جاتے ہوئے میں نے جنازہ نہیں دیکھا تھا۔ رستہ کو کاٹ کر ہم اس کے غرب کی طرف گئے تھے۔ ہم رستہ سے پندرہ کرم کے فاصلہ پر ہے گئے تھے۔ پھر کہا۔ یہ فاصلہ پانچ کرم سے پندرہ کرم تک تھا۔ میں نے لاش کو دفن ہوتے دیکھا ہے وہ جگہ نہیں دیکھی۔ جہاں سے لاش اُٹھا کر قبر میں رکھی گئی۔ جب ہم قبرستان پہونچے ہیں۔ تو اس وقت ہمارے اور رستہ کے درمیان پندرہ کرم کا فاصلہ تھا۔ میں اور پولیس والے قبر کے ایک طرف ایک ہی جگہ کھڑے تھے میں نے لڑائی سے پہلے حوالدار کو کسی سے کچھ کہتے نہیں سُنا۔ میرے جانے کے بہت ہی تھوڑی دیر بعد یعنی قریباً ایک منٹ کے بعد حملہ شروع ہو گیا۔ جب ہم پہونچے ہیں۔ کوئی شخص قبر نہیں کھود رہا تھا اس وقت کہی کے صرف ایک دو ٹپ ہی لگے ہوئے تھے۔ حملے سے پہلے میں نے کسی کو ٹپ لگاتے نہیں دیکھا۔ بیس اکیس آدمی قبر کی جگہ کھڑے تھے۔ میں نے نہیں دیکھا۔ کہ ولی محمد کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں بھی کہی ہو۔ یا قبر کھودنے کا کوئی اور اوزار ہو۔ عبدالحق یا اس کے کسی ساتھی نے ولی محمد کو چھوا نہیں۔ صرف ہاتھ باندھکر درخواست کی تھی۔ کہ احمدی نیا قبرستان استعمال کریں۔ عبدالحق وغیرہ نے احمدیوں کی کوئی خوشامد سوائے اسکے نہیں کی کہ ہاتھ جوڑے۔ ولی محمد نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہی ماری۔ اس وقت عبدالحق کی جو پوزیشن تھی وہ بیان نہیں کر سکتا۔ محمد خاں اور سپاہیوں نے ہاتھ سے فریقین کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا۔ صرف زبان سے حملہ آوروں کو روکا۔ اور عبدالحق کے اُوپر لاٹھی رکھدی۔ جس وقت راجہ صاحب وہاں آئے ہیں۔ اس وقت قبرستان میں دس پندرہ احراری اور پہونچ چکے تھے۔ چودھری حاکم علی اور خیردین کو اس طرح جانتا ہوں

رعائت! نمایاں رعائت!! حیرت انگیز رعائت!!!

اسلام اور احمدیت کا حلقہ تبلیغ وسیع سے وسیع تر بنانیکے لئے بک ڈپو اپنی کتابوں کی قیمتوں میں رعایت پر رعایت کرتا چلا جا رہا ہے تاکہ وہ دوست بھی جو زیادہ قیمت دینے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کو خریدیں۔ اور اکناف عالم میں پھیلا دیں۔ اور اس فرض کو پورا کریں۔ جو شروع دن سے ان پر عائد ہے امید ہے کہ اس رعائتی اعلان سے فائدہ اٹھا کر دوست گھر بیٹھے ہی تبلیغ حق کا ثواب حاصل کریں گے۔

حقیقۃ الوحی
پہلے ۵ قیمت تھی اب صرف دو روپیہ

احمدیت یعنی حقیقی اسلام اردو
پہلے عہ قیمت تھی اب صرف ۹ آنے

احمدیت اور ٹرو اسلام
پہلے ۳ قیمت تھی اب صرف دو روپے

چشمہ معرفت
پہلے ۳ قیمت تھی اب دو روپے

سوانح احمد انگریزی بلا جلد
پہلے ۸ آنے قیمت تھی اب ۳ آنے

سیرۃ مسیح موعود انگریزی مجلد
پہلے عہ قیمت تھی اب ۸ آنے

تحفہ پرنس قسم دوم بلا جلد
پہلے ۱۲ آنے قیمت تھی اب ۵ آنے

تفسیر پارہ اول مجلد نہایت اعلیٰ
پہلے عہ قیمت تھی اب عہ

دعوت الامیر فارسی
پہلے ۵ روپے قیمت تھی اب عہ

دعوت الامیر اردو
پہلے عہ قیمت تھی اب صرف ۹ آنے

آئینہ کمالات اسلام
پہلے ۳ قیمت تھی اب دو روپے ۱۲ آنے

احمدیہ موومنٹ مجلد
پہلے عہ قیمت تھی اب ۸

سوانح احمد انگریزی مجلد قسم اول
پہلے دو روپے قیمت تھی اب ۱۲ آنے

تحفہ پرنس قسم اول مجلد
پہلے عہ قیمت تھی اب عہ

تفسیر پارہ اول انگریزی
پہلے عہ قیمت تھی اب ۸ آنے

اسلام اور دیگر مذاہب انگریزی
پہلے ۶ آنے قیمت تھی اب ۲ آنے

تبلیغی سیٹ انگریزی۔ تبلیغی سیٹ فارسی۔ تبلیغی سیٹ اردو

پہلے ۱۸ روپیہ قیمت تھی اب صرف ۵ روپیہ۔ پہلے چھ روپیہ قیمت تھی اب صرف عہ پہلے ۸ روپیہ قیمت تھی اب ۲ نوٹ:۔ علاوہ ازیں سلسلہ احمدیہ کے متعلق ہر قسم کی کتابیں ہمارے ہاں موجود ہیں۔ خواہشمند احباب منگوا سکتے ہیں۔ فہرست کتب مفت منگوائیے

خاکسار: ملک فضل حسین مینجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

بعدالت عالیہ ہائی کورٹ اوف جوڈیکیچر بمقام لاہور

دیوانی ابتدائی مقدمہ ۱۳۷ سنہ ۱۹۳۶ء

بمعاملہ ایکٹ کمپنی ہائے ہند ۷ سنہ ۱۹۱۳ء اور دی عارف دالانیلی بار ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ عارف والا۔ درخواست زیر دفعہ ۱۱۶ ایکٹ کمپنی ہائے ہند منجانب منی رام و دیگراں برائے موقوفی کاروبار کمپنی مذکورہ بالا۔

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ منی رام و دیگراں حصہ داران کمپنی مذکورہ بالا نے ایک درخواست برائے موقوفی کاروبار کمپنی متذکرہ بالا بتاریخ ۲۰ جون سنہ ۱۹۳۶ء عدالت ہذا میں گذرانی تھی۔ از آنجاکہ یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ درخواست مذکور عدالت ہذا میں ۹ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء کو پیش ہو۔ اس لئے بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ جو قرض خواہ یا معاون کمپنی مذکور اصدار حکم موقوفی کاروبار کمپنی مذکور زیر ایکٹ متذکرۃ الصدر کی مخالفت کرتا چاہے۔ وہ عدالت ہذا میں بوقت سماعت اصالتاً یا بذریعہ ایڈووکیٹ یا مختار مجاز پیش ہو۔

نیز یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر کوئی قرض خواہ یا معاون کمپنی مذکور درخواست پیش کردہ عدالت ہذا منجانب حصہ داران متذکرہ بالا کی نقل لینا چاہے۔ تو نقل عدالت ہذا میں درخواست دینے پر اس کی مقررہ فیس ادا کرنے پر دیدی جائیگی۔

آج بتاریخ ۶ر اگست سنہ ۱۹۳۶ء بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت عالیہ ہائیکورٹ اوف جوڈیکیچر بمقام لاہور کے جاری کیا گیا۔

(دستخط) جی بی۔ سی ایوشٹ صاحب بہادر اسسٹنٹ ڈپٹی رجسٹرار

رشتہ درکار ہے

ایک مخلص احمدی نوجوان ایس۔ وی ٹیچر جو اس وقت -/۴۷ روپے ماہوار تنخواہ لے رہا ہے اس کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی مخلص احمدی تعلیم یافتہ اور نیز ظاہری اوصاف سے متصف ہو۔ ضلع ڈیرہ غازی خان۔ ملتان مظفر گڑھ کے رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔ زیادہ تفصیل بذریعہ خط و کتابت م۔ معرفت آغا محمد بخش خان ایم اے بی ٹی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان

رشتہ کی ضرورت ہے

ایک معزز مغل گھرانے کی نوجوان لڑکی بعمر ۱۶ سال کے لئے جو پانچویں جماعت میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی کے والدین کی طرف سے علاوہ دیگر جہیز قادیان میں ایک کنال کی سکتی زمین بھی دی جائے گی۔ لڑکا برسر روزگار اور دیندار احمدی ہونا چاہیئے۔ جس کی تصدیق مقامی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ صاحب کریں۔ قوم مغل کو ترجیح دی جائیگی۔ خط و کتابت بنام مرزا اعظم بیگ صاحب پریذیڈنٹ حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان کیجائے

دفتر امور عامہ۔ قادیان

بیکار

دس اور دس روپیہ سرمایہ سے چالیس روپیہ ماہوار پیدا کر سکتے ہیں۔ مشورہ کے لئے ایک زائد لفافہ اور پتہ کے ساتھ ہم سے خط و کتابت کریں۔ احمدی نوجوان خاص طور پر توجہ دیں۔

امیئر اینڈ کمپنی جنرل مرچنٹس اینڈ کمیشن ایجنٹس کراچی

احباب جلد سے جلد منگا کر چار دانگ عالم میں پھیلا دیں

تبلیغی سیٹ

جواہرات کوڑیوں کے دام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہٗ - اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کی تصنیفات کا بہترین انتخاب ان سیٹوں میں مرتب کیا گیا ہے جو مسلم و غیر مسلم پبلک میں حق کی آواز پہونچانے کے لئے نہائت ہی مؤثر اور مفید ذخیرہ ہیں - احباب کو چاہئیے - کہ جلد سے جلد ان سیٹوں کو خرید لیں - اور اگر توفیق ہو - تو ان سیٹوں میں سے نظارت دعوۃ و تبلیغ کو بھی بغرضِ تقسیم دیکر اجر دارین حاصل کریں ؎

سیٹ نمبر ۱
عیسائیوں کے متعلق
تین کتب صفحات ۵۷۵
اصل قیمت ۱۲/ رعائتی ۱۱/

سیٹ نمبر ۲
آریوں کے متعلق
۱۳ عدد کتب صفحات ۱۵۰۰
اصل للعہ۱۲/ - رعائتی سہ۱۲/

سیٹ نمبر ۳
غیر احمدیوں کے متعلق
۲۸ کتب صفحات ۱۶۵۰
اصل قیمت آٹھ روپیہ رعائتی تین روپے

سیٹ نمبر ۴
سلسلہ کی اردو فارسی عربی نظمیں
۶ عدد کتب ۸۵۰ صفحات
اصل قیمت چار روپیہ رعائتی صرف ؏

سیٹ نمبر ۵
قرآن مجید کے علم اور معرفت کا دریا
گیارہ عدد کتب صفحات تین ہزار دو سو
اصل قیمت ؏ - رعائتی صرف ؏

تبلیغی ٹریکٹوں کا سیٹ
آٹھ قسم تعداد ایک ہزار صرف دو روپیہ میں
درثمین اردو جیبی
تبلیغی ایڈیشن
فی سینکڑہ صرف چار روپے

کتاب گھر قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

جبل الطارق ۶ اگست۔ انباے جبل الطارق میں فضائی اور بحری جنگ کے دوران میں حکومت ہسپانیہ کے ایک جہاز سے جبرالٹر کے میدان گھوڑدوڑ میں ایک بہت بڑا گولہ گرا۔ جو برطانوی پناہ گزینوں سے ۲۰۰ گز کے فاصلہ پر پھٹا۔ لیکن کوئی شخص مجروح نہیں ہوا۔

لزبن ۵ اگست کارٹیجنا سے آنے والے بحری جہازوں نے اطلاع دی ہے کہ کارٹیجنا حکومت ہسپانیہ کی بحری طاقت کا اہم مستقر ہے۔ اسی جگہ جہازوں میں کوئلہ ڈالا جاتا اور انہیں مسلح کیا جاتا ہے۔ مسافروں کا بیان ہے۔ کہ ہم نے وہاں شعلے اور دھواں اٹھتا دیکھا۔ اور شدید دھماکوں کی آوازیں سنیں۔

پٹنہ ۶ اگست علاقہ رگھوناتھ پور گنتی اور سیواں میں سیلاب سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ دو سو دیہات زیر آب ہیں۔ تمام مویشی بہہ گئے ہیں کسان فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ بعض جگہ سڑکوں پر پانی کی گہرائی تین فٹ ہے دریاؤں میں طغیانی بدستور ہے۔

لنڈن ۶ اگست شاہ نجاشی کو جو سوڈان کے راستہ مغربی حبشہ میں جانا چاہتے ہیں۔ حکومت مصر اور برطانیہ نے وہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں دی یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ انہوں نے جو تار راس عمرو کو دیئے تھے۔ ان پر اطالویوں نے قبضہ کر لیا۔

شملہ ۶ اگست۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی میعاد میں ۳۱ مارچ ۳۷ء تک توسیع کر دی جائے گی۔ آئندہ اجلاس ۲۰ اکتوبر کو شروع ہوگا۔ اس اجلاس کے دوران میں بعض غیر سرکاری مسودے اور قراردادیں پیش ہونگی۔

استنبول ۶ اگست۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ حکومت ترکیہ کے عہدیداروں نے فضائی طاقت کو مستحکم کرنے کے لئے چندہ فراہم کر کے ترکیہ کو ۵ بمبار طیارے خرید کر دیئے ہیں۔ یہ طیارے روس سے خریدے گئے ہیں۔

ٹوکیو ۶ اگست۔ حکومت جاپان کی ایک رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں ایک سال کے اندر بیس ہزار افراد نے خودکشی کی حکومت اس کو روکنے کے لئے انجمن انسداد خودکشی قائم کی ہے۔

رنگون ۶ اگست۔ رنگون میں موٹر بسوں کے ڈرائیوروں نے ہڑتال کر رکھی ہے۔ ہڑتالیوں کا بیان ہے کہ پولیس ان کے ساتھ ناروا سلوک کرتی۔ اور معمولی باتوں پر چالان کر دیتی ہے۔

رنگون ۶ اگست ٹنگو کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ وہاں طاعون پھیل گئی ہے اور متعدد کیس ہو چکے ہیں۔ عوام کو ضروری تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

استنبول ۶ اگست ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ترکی میں طوفان گرد و باد کی وجہ سے متعدد لوگ ہلاک ہوگئے۔ مکانات منہدم ہوگئے۔ آمد و رفت کے تمام راستے مسدود ہوگئے۔ بعد کی اطلاع ہے کہ طوفان باد کے باعث چار ہزار نفوس بے خانماں ہوگئے ہیں نقصان کا اندازہ بیس ہزار پونڈ کیا جاتا ہے۔

شملہ ۶ اگست۔ گزشتہ سال حکومت ہند نے اصلاح دیہات کے لئے مختلف صوبوں میں ۹۲½ لاکھ روپیہ کی رقم تقسیم کی تھی۔ امسال پھر ایک کروڑ تین لاکھ روپیہ ان میں تقسیم کیا جائیگا۔ حکومت ہند نے صوبائی حکومتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اصلاح دیہات کے متعلق اپنے سامنے خاص مقاصد رکھ کر کام شروع کریں۔

لنڈن ۶ اگست۔ یورپ کی بین الاقوامی صورت حالات کی نزاکت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ لارڈ ہیلی فیکس نے جو وزیر خارجہ کی رخصت کے دوران میں ان کے قائم مقام تھے۔ آج اپنی رخصت منسوخ کر دی۔ اور لنڈن واپس آکر مصری گفت و شنید ہسپانوی صورت حالات اور یونان کی ناگہانی بغاوت کے متعلق حکام سے تبادلہ خیالات کر رہے ہیں۔

شملہ ۶ اگست۔ مسٹر ستیہ مورتی ایم۔ ایل۔ اے نے سر سکندر حیات خان کے متعلق تحریک التوا کے نوٹس کے سلسلہ میں پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت اپنے اس نظریہ پر قائم رہے گی کہ سر سکندر حیات خان سرکاری ملازم نہیں۔ بلکہ ریزرو بنک کے ملازم ہیں۔ اور سرکاری خزانہ سے ایک پائی بھی نہیں لیتے۔

لنڈن ۶ اگست۔ آج صبح داران کلف وڈمور کی کوئلے کی کان بیٹھ جانے سے ۶۳ آدمی زندہ دفن ہو گئے خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ۶۰ مر چکے ہیں آدمیوں کو نکالنے کی کوششیں جاری ہیں چند نعشیں نکالی جا چکی ہیں۔

پورٹ سعید ۶ اگست ادیس آبابا کی تازہ اطلاع مظہر ہے کہ حبشی جرنیل راس عمرو کی فوج ادیس آبابا کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس نے اطالیہ کے چند ہوائی جہاز اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔ شہر خالی ہو رہا ہے اطالوی ہوائی جہازوں کی بمباری حبشی عساکر کو پسپا کرنے میں ناکام رہی ہے۔

روما ۶ اگست۔ فرانس نے معاملات ہسپانیہ میں عدم مداخلت کی جو تجویز پیش کی تھی۔ اطالیہ نے اسے چند شرائط کے ساتھ منظور کر لیا ہے۔

لنڈن ۶ اگست۔ وزیر اعظم نے وزارت ہوا کے مستقل سکرٹری سر کرسٹوفر کو برطرف کر دیا ہے۔ ان کے خلاف سول سروس کے قواعد کے خلاف روش رکھنے کا الزام ہے۔

بارسلونا ۶ اگست۔ ہسپانیہ کی سرکاری فوج نے جو سارا گوسا کی طرف یلغار کر رہی ہے شہر سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر باغیوں کی فوج کا محاصرہ کر لیا۔ اور دو ہزار باغیوں کو گرفتار کر لیا۔

ہنڈے (ہسپانیہ) ۶ اگست سا سینگو میں باغی فوج کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ چنانچہ سارا گوسا کو جانے والی سڑک اب سرکاری افواج کے قبضہ میں ہے۔

وارسا ۶ اگست۔ ہسپانوی سفارتخانہ وارسا (پولینڈ) کے انچارج نے جو ہسپانوی وزیر کا قائم مقام تھا۔ ہیڈ روڈ میں اپنے استعفیٰ کی بذریعہ تار اطلاع دیدی ہے۔ اور ساتھ ہی برگوس میں برقیہ بھیج دیا ہے کہ وہ اور اس کا سارا عملہ اپنی خدمات باغیوں کو پیش کرتا ہے۔

بارسلونا ۶ اگست۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ غازیلہ کے میدان میں زبردست جنگ ہوئی۔ سرکاری طیاروں کی شدید بمباری نے باغیوں کے توپخانہ کو شدید نقصان پہنچایا۔

کلکتہ ۶ اگست۔ وزیر ہند نے بنگال کے ہندوؤں کی عرضداشت کا جو جواب دیا ہے اس سلسلہ میں مہاراجہ بردوان نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا میں اس جواب سے متعجب نہیں ہوا۔ مجھے لارڈ زٹلینڈ کا جواب پہلے ہی معلوم تھا۔ ہمیں اس وقت تک ایوارڈ کے خلاف احتجاج جاری رکھنا چاہیئے۔ جب تک اسے بدلوا نہ لیں۔

ایتھنز ۶ اگست۔ مارشل لاء کے باوجود باغی اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ایک دو مقامات پر فوجیوں پر حملے بھی ہو چکے ہیں۔ ہڑتال جاری ہے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ مارشل لا کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔

سکندریہ ۶ اگست۔ برطانیہ اور مصر کے درمیان معاہدہ کے متعلق گفت و شنید فی الحال ملتوی ہو گئی ہے۔ مندوبین متنازعہ مسئلہ پر حکومت برطانیہ کا انتظار کر رہے ہیں

امرتسر ۶ اگست گیہوں حاضر ۳ روپے۔ نخود حاضر ۲ روپے ۵ آنے سونا دیسی ۳۵ روپے ۴ آنے اور چاندی دیسی ۴۹ روپے ۱۲ آنے ہے۔

کراچی ۶ اگست۔ ممالک غیر میں ہندوستانی گندم کی طلب کے باعث ہندوستان میں گیہوں کے نرخ چڑھ رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کراچی سے گندم کی چار لاکھ بوریاں باہر بھیجی جائیں گی۔

آگرہ ۶ اگست نینی (ضلع آگرہ) سے ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ پوکھر گاؤں کے قریب ۲۸ جولائی کو دیر تک مچھلیوں کی بارش ہوتی رہی۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی